عورت کی دیت

پر معاصر فقہی بحث کی ضرورت

الاستاذ الدکتور اکرم ضیاء العمری

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

نام کتاب: عورت کی دیت پر معاصر فقہی بحث کی ضرورت
مصنف: الاستاذ الدکتور اکرم ضیاء العمری
مترجم: ضیاء الدین القاسمی الندوی الخیر آبادی
صفحات:
سن اشاعت:
قیمت:

ناشر

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

دکتور اکرم ضیاء العمری

موجودہ وقت میں اسلامی فقہ میں عورت کی دیت سے متعلق بحث ومباحث کی کشمکش جاری ہے۔اس طور پر کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت کی دیت نفس (جان) میں مرد کی دیت کی آدھی ہے اور نفس کے علاوہ میں مرد کی دیت کی قیمت اور اس کی حیثیت کو کم کرنا ہے لہذا اس سے ہٹنا مناسب ہے اور دیتوں میں عورت کا مرد کے مساوی ہونا ایسا ہی ہے جیسے کہ ان دونوں میں شرعاً قصاص میں مساوات وبرابری ہے۔اور اکیسوی صدی عیسوی میں جو الگ الگ لوگوں کی آراء ظاہر ہوئی ہیں کہ عورت کی دیت اجماع صحیح کو منہدم کرتے ہوئے کتاب وسنت کے عموم پر عمل کرنے کی بنا پر مرد کی دیت کے برابر ہے اور بعض لوگوں نے مسئلہ کو مرد وعورت اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے درمیان برابری کے گوشے سے دیکھا ہے اور ان حضرات نے دونوں جنسوں کے درمیان مالی اخراجات اور ذمہ داری کی تقسیم کی جانب نظر نہیں کی اور اگر مغربی تصور کے مطابق ہم ان دونوں کے درمیان مساوات کو جاری کریں تو ہم خاندان پر نفقہ کو مرد وعورت کے درمیان تقسیم کریں گے اور عورت پر بھی ان مالی اخراجات کو لازم کریں گے جس سے شریعت نے عورت کو سبکدوش کر رکھا ہے جیسے شادی اور شوہر سے پہلے عورت کی کفالت باپ کی طرف سے ہے لہذا اسے معیشت کے حصول کی کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہے باوجودیکہ اس کی خصوصی ملکیت مرد سے علاحدہ ہے اور وہ اپنے ارادے سے اپنے مال سے فائدہ اٹھاتی ہے۔اور جیسے بچوں کو دودھ پلانے کی اجرت جبکہ وہ شوہر سے جدا ہوجائے باوجودیکہ بچہ اس کا بھی بیٹا ہے جیسے وہ شوہر کا بیٹا

ہے اور ایسے ہی عورتوں کو مہر کی ادائیگی سے سبکدوش کرنا ہے جیسا کہ پورے عالم میں موجودہ وقت تک ہوتا چلا آرہا ہے بلکہ وہ اعزاز کے طور پر مہر حاصل کرتی ہے اور ایسے ہی اس کا دیت کی ادائیگی سے سبکدوش کرنا جبکہ وہ خطاً کسی کو قتل کردے اس طور پر کہ شریعت نے عورتوں کے عاقل پر ایسے وقت میں جس میں وہ عورت عاقلہ کے ساتھ دیت کی ادائیگی میں شریک نہیں ہوتی اس کی طرف سے دیت کی ادائیگی کو لازم قرار دے دیا اللہ تبارک وتعالی نے اپنے فضل سے اس کے والد کے لئے بہترین تربیت کے عوض جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ لہذا اسلام کی اعانت اور حمایت سے عورت کو ڈھیر سارے حقوق حاصل ہوتے ہیں مادی اعتبار سے بھی اور معنوی اعتبار سے بھی اور اس پر مزید یہ کہ عورت زندگی کے حقوق اور زندہ درگور کئے جانے کی حرمت کے سلسلہ میں مردوں کے بالکل مساوی ہے (جبکہ موجودہ وقت میں حمل کے ابتدائی وقت میں بچوں کی جنس کی جانکاری ممکن ہونے کی بنا پر نسوانی حمل کو ساقط کرنے کا رواج ہو چکا ہے)۔

اس معاملہ کو سمجھنے کے لئے اور میراث کے احکام کو سمجھنے کے لئے دوسری مالی اخراجات کی طرف اسی طرح نظر کرنا ضروری ہے کیونکہ دونوں جنسوں سے متعلق مالیاتی اخراجات کی طرف کلی نظر کیے بغیر یہ سمجھنا ممکن نہیں کہ عورت کی دیت نصف (آدھی) ہے میں نہیں سمجھتا کہ مسلمان عورت، مغربی تصور مساوات کے مطابق زوجین کے درمیان مالیاتی بوجھ کی تقسیم میں نظر ثانی سے اپنے آپ کو نیک بخت تصور کرے گی اس کے لئے اس راہ پر چلنے سے تو یہی بہتر ہے کہ ولادت اور بچے کی پرورش کے لئے وظیفہ پر گزر بسر کرے اس لئے کہ وہ اپنی ان نسلوں کے لئے حکومت سے وظیفہ حاصل کرے گی جو حکومت اور سماج کو قائم رکھنے کا ذریعہ ہے اور یہ اس کے لئے زیادہ مناسب ہے مغربی طریقہ کے مقابلے میں انصاف کا تقاضا ہے کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان باقی رہنے والے صحیح تعلقات کی بنیاد رکھی جائے اس لئے کہ دونوں کے مابین حقوق کی کشمکش ایسے ردعمل تک پہنچا دے گی جو طرفین کے درمیان مضبوط و مستحکم میزان کے موافق اختتام پذیر نہیں ہوسکتا بلکہ جو فریق طاقتور ہوگا وہی غالب آئے گا اور یقینی طور پر وہ مردوں کی جماعت ہے لہذا اللہ

کی قائم کردہ شریعت کے آگے ان تمام مسائل میں سرنگوں ہوتا ہے مرد وعورت دونوں جنسوں وفریق کے حق میں دنیا وآخرت کے لحاظ سے زیادہ بہتر اور مفید ہے۔

مصادر پر ایک نظر:

زیادہ مناسب اور بہتر یہ ہے کہ اصولی وفقہی مصادر پر ایک عام نظر ڈالی جائے کیونکہ علماء کرام نے اپنے ائمہ کرام کے اصول کے استقراء وتحقیق پر توجہ دی ہے اپنی فہم وفراست کے تفاوت کے مطابق مختلف نتائج نکالے ہیں اس لئے کہ ائمہ کرام کی عبارتیں بیک وقت کئی کئی معنی رکھتی ہیں اور اسی طرح ان اصولوں کے استقراء میں دوسرے مسالک کے علماء کرام کا استقراء وتحقیق کا معاملہ ہے لہذا اقوال اوران کی تفسیر میں اختلاف اور بڑھ گیا ہے چونکہ موجودہ وقت میں تحقیق اور ریسرچ کے وسائل بہت زیادہ اور سہل ہیں اس لئے الیکٹرانک انسائیکلوپیڈیا کے وجود میں آنے کی وجہ سے بحث وتحقیق کو کمال تک پہنچانے کی راہ ہموار ہوچکی ہے اور یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ الیکٹرانک وسائل تحقیق کی فراوانی کے باوجودان کے پروگراموں اور مراجع میں کمیاں اور خرابیاں پھر بھی پائی جاتی ہیں اس کے بعد بھی ان جدید وسائل کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان سے تحقیق کاروں اور اسکالروں کو بہت سہولیات حاصل ہوگئی اور کثیر سرمایہ صرف کرنے سے ان کو راحت مل گئی ہے کتابوں کی ورق گردانی اور وقت کے ضیاع سے فرصت حاصل ہونے کے باعث اور بحث وتحقیق کے لئے نصوص کی تلاش میں زیادہ وقت دینے کا موقع فراہم ہوگیا بہت سے ہم عصر اسکالرس وتحقیق غلطیوں کا شکار ہوجاتے ہیں اس لئے کہ تحقیق وجستجو کی راہ ان کے لئے آسان وسہل نہیں ہے پھر بھی ان عرق ریزیوں اور جانفشانیوں کی ناقدری نہیں کرنی چاہئے موجودہ دور میں علماء کرام نے اس سلسلہ میں کی ہیں لیکن ضرورت اس سے زیادہ محنت کرنے کی ہے اور یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ عالم عربی میں علمی تحقیقات کی خاطر خواہ حوصلہ افزائی نہیں ہورہی ہے اور اکثر فقہی اکیڈمیاں بقدر ضرورت جدید مادی وفنی اور علمی وسائل سے

محروم ہیں جن کے اثرات دوسرے تحقیقی میادین تک ممتد ہیں اوران میں علمی بحث وتحقیق کا بجٹ دوسرے ترقی یافتہ ممالک کے علمی تحقیقات کے بجٹ سے بہت کم ہوتا ہے، انفرادی طور پر اسکالرس کی کوششیں کتابوں کی تحقیق کی جانب ہوتی ہے جوانسائیکلوپیڈیا کے لئے موادفراہم کرنے کے لئے ضروری ہیں لیکن یہ جماعتی کوشش نہیں ہے الیکٹرانک اور طباعتی انسائیکلوپیڈیا کو کامیابی ہمکنار کرسکے اور وقت حاضر میں اس جہت میں بھرپور کوشش کی ضرورت ہے اورطبعی طور پر یہ اکیڈمیوں اورعلمی تنظیموں کا کام ہے یہ بھی قابل فکر چیز ہے کہ فقہی کتابوں میں دلائل وشواہد دیے گئے ہیں ان میں ضعیف احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں ضرورت ہے کہ حدیث کے فن میں مہارت تامہ رکھنے والے علماء کی جانب سے ان ضعیف احادیث پرنظر ثانی اورمراجعہ کا کام کیا جائے۔

اب وقت آگیا ہے کہ علوم اسلامیہ میں ہمہ گیر جہت سے مراجعہ کا آغاز کیا جائے اس لئے کہ ایسے وسائل فراہم ہوچکے ہیں جو ہرفقہی یا اصولی یا حدیث سے متعلق مسئلہ کی مکمل تحقیق میں کامل طور پر معاون ہوسکتے ہیں لہذا پہلا کام یہ ہونا چاہئے کہ اسلام کے تمام علوم کوایک سی ڈی میں جمع کیا جائے تاکہ سرچ انجن (Search Engine) سے ان سب کو پرکھا جائے اور درست کیا جائے اور جدید آلات کے استعمال کرنے کا نتیجہ اچھے انداز میں ظاہر ہوگا لہذا تکرار اور تحقیق وریسرچ کے نقائص سے پاک بہترین نتائج وثمرات سامنے آئیں گے کیونکہ صدیوں سے مختلف قسم کے نقائص ان علوم میں پائے جارہے ہیں اوراس سے چھٹکارا پانے کی یہی صورت ہے کہ اسلامی علوم کی تدریس میں بنیادی تبدیلیاں کی جائیں اوربعض علماء نے فقہ کے جدید اصول وضع کرنے کا مشورہ دیا تاکہ اقلیتوں کے ضروری مسائل اور حاجات کا حل بھی سامنے آجائے مگر یہ مشکل کام ہے امام شافعیؒ کا مشہور رسالہ اصول فقہ کی تدوین کی پہلی کڑی ہے پھر مختلف زمانوں اور عہدوں میں ماہرین فقہاء کی منتخب جماعت اس کی ترقی واضافہ کا کام کرتی رہتی ہے، علماء وفقہاء کی بہت زیادہ تعداد نے صدیوں تک اصول فقہ کی ترویج وترقی میں اپنی عمریں کھپائی ہیں اورسب نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اصول فقہ کواس کو بنیاد سے نئے سرے سے کرنے کا عمل دشوار گزار رہے۔

سلف صالحین کو اللہ تعالی نے صفائی قلب کے علم وفن میں منہمک ہونے اور اسی کا ہورہنے کی توفیق بخشی تھی وہ علم لغت اور ادلہ شرعیہ کا احاطہ کرنے والے وسیع وعمیق صلاحیت والے تھے اخلاص نیت اور تقوی کی بلندیوں پر فائز تھے جس کی بدولت انہوں نے اصول فقہ اصول حدیث وغیرہ جیسے علوم وفنون کے قلعہ کو مستحکم ومضبوط کیا اور بحث وتحقیق کی راہ آسان کردی۔ بعد کے علماء وفقہاء نے علماء قدیم کی محنتوں وجانفشانیوں اور کارناموں کو باقی رکھتے ہوئے جدید اسلوب وانداز میں اس علم وفن میں ڈھالنے کی ضرور کوششیں کی ہیں اور اس میدان میں کام کرنے کے لئے کثیر مواقع بہم پہنچانے میں قائدانہ تجربہ کیا ہے تین دہائیوں کی محنت کے اچھے ثمرات برآمد ہوئے ہیں سب سے بڑا کام ''موسوعۃ الفقہ والاصول فی العصر الحدیث'' کے عنوان سے انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے کا ہوا ہے، مناسب ہے کہ اہل علم طبقہ اس پر اپنے تاثرات ونظریات پیش کرنے کا آغاز کریں اور گہرائی سے نقد وتبصرہ کی فکر کریں تاکہ یہ موسوعہ اپنے قدموں پر کھڑا ہوجائے۔

علم شرعیہ ایک بڑے بحران سے بایں معنی دوچار ہے کہ اس کے طلبہ میں علمی استعداد ولیاقت کا معیار و پیمانہ بہت کمزور ہے اور موجودہ طریقہ تدریس سے اس کے تقاضے اور ضروریات پورے نہیں ہوپاتے نیز تقلیدی تدریس کے غلبہ سے بھی نقصان ہورہا ہے، اس مشکل کے حل کے لئے ایسے علمی حلقے قائم کرنے کی ضرورت ہے جن میں باصلاحیت علماء کبار تدریس کا فریضہ انجام دیں جن کو دقیق علمی ودینی شرائط کے موافق دنیا کے مختلف گوشوں سے منتخب کیا گیا ہو اور اس حلقہ میں باصلاحیت ذہین طلبہ ہی کو پڑھایا جائے اور منہج تعلیم وتربیت جدید طریقوں پر وضع کیا جائے تاکہ بلند معیار ومرتبہ کے افراد اس سے تیار ہوکر نکلیں اور ان طلبہ واساتذہ کے ساتھ غایت درجہ مادی ومعنوی اعزاز واکرام کا معاملہ بھی کیا جائے تاکہ زندگی اور معیشت کے غموں اور الجھنوں سے یکسو ہوں اور طلب علم کے سوا کسی دوسرے عمل کے بارے میں نہ سوچیں اور اپنا وقت دنیاوی کاموں میں ضائع نہ کریں۔

جہاں تک اسلامی یونیورسٹیوں عربی مدارس اور علمی مراکز کی کثرت کی بات ہے (جیسا

کہ اس وقت عالم اسلامی ہم ان کا مشاہدہ کرر ہے ہیں تو یہ جامعات و مدارس مساجد میں امامت وعظ وتبلیغ اور اصلاح معاشرہ کا کام کرنے کی حدتک اپنے فارغین کی دینی ضروریات کو پورا کرتے ہیں اور ہماری زندگی کے لئے یہ تمام گوشے بھی انتہائی ضروری ہیں لہذا ایسے فارغین طلبہ وعلماء کی ناقدری ہرگزنہیں کی جاسکتی مگر یہ لمحہ فکر یہ ضرور ہے۔

ان جامعات مدارس سے عامۃ المسلمین کی عالمانہ قیادت نہیں پیدا ہورہی ہے جوان مسلمانوں کوامن وسلامتی اوراتحادوامت کی راہ پرلگائے اورلیڈری ونیتا گیری کے شوقین قائدین کی بھینٹ چھڑھنے سے بچائے جوجذباتی طور پر عام سیدھے سادھے مسلمانوں کو برانگیختہ کرکے اپنی سیاست چمکاتے ہیں اوراپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں تو کیا ہم اس نقص کے تدارک ماضی میں کی گئی کوتاہی کی تلافی کے لئے کام کرنے کو تیار ہیں یا دین یا لوگوں کی زندگی میں اس کے اثرات کے سلسلہ میں اپنے تصورات کے اوہام کا ہی شکار رہیں گے؟ جس کے باعث ایسے حادثات وواقعات اوراحوال رونما ہوں گے جن کا سامنا کرنے سے ہم عاجز ہوں گے۔

منہج بحث کی تحدید:

عورت کی دیت کے موضوع پر علماء کرام جن شرعی دلائل سے استدلال کرتے ہیں وہ کتاب وسنت اجماع وقیاس اورصحابی کاعمل ہے پہلے چاروں ادلہ اصولیین کے نزدیک متفق علیہ ہیں اور پانچویں دلیل (عمل صحابی) تو وہ مختلف فیہ ادلہ میں سے علماء کرام کے نزدیک بہرحال کتاب وسنت تو یہ دونوں مردوعورت کے درمیان قصاص میں مساوات کی دلیل ہےاور جہاں تک اجماع کی بات ہےتو وہ اس بات کی دلیل ہے کہ جان میں مرد کی دیت کے نصف ہے میں نے علماء کرام کے موقف کوصحابہ کرام کے اجماع سے متعلق بیان کیا ہےاس لئے وہی قوی اجماع ہے جس کوعلماء کرام سے صحیح نقل کیا گیا ہے یہ ہے اصولیوں اور جدید وقدیم فقہاء کی رائے۔اور رہی قیاس کی بات تو وہ عورت کی دیت کی تنصیف (آدھے) کی دلیل ہے جان کے علاوہ دوسرے تمام

امور میں خواہ کم ہو یا زیادہ جیسا کہ قیاس صریح کے ساتھ صحابی کا قول، صحیح اجماع میں مدد کرتا ہے، امام شافعی کے نزدیک، بہرحال صحابی کا قول تو وہ امام شافعی اوران کے متبعین کے نزدیک عورت کی دیت کے نصف ہونے کی دلیل ہے کم ہو یا زیادہ جیسا کہ وہ دلیل ہے مرد کے ساتھ عورت کی دیت میں مساوات کی یہاں تک کہ تہائی تک پہنچ گئی پھر عورت کی دیت کو نصف کیا گیا ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے جس طرح وہ دلیل ہے مرد کے ساتھ عورت کی دیت مساوات کی جان کے علاوہ دیگر چیزوں میں جیسے دانت اور موضحہ (وہ زخم جس سے ہڈی کھل جائے) ان دونوں کے علاوہ باقی اعضاء میں نصف دیت ہوگی، چونکہ صحابی کا قول چاروں ائمہ کی دلیل ہے اور ہر امام کا اپنا نظریہ وموقف اسی کی روشنی میں ہے لہذا تحقیق کرنے والوں نے صحابی کے قول سے حجت پکڑنے میں ائمہ اربعہ کے موقف کی چھان بین کا اہتمام کیا ہے اور یہ فقہ کے معروف اصول کے مباحث میں سے ہے لیکن یہاں ائمہ کے موافق میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ائمہ کے یہاں عورت کی دیت کا حکم لگانے کے معاملہ میں غور وخوض سے پہلے ان کے مواقف کا گہرائی سے جائزہ لینا ضروری ہے۔اسی طرح اس حکم تک پہنچنے میں ان کے اصول اعمال کے اثر کی وضاحت بھی ضروری ہے اسی طرح میں نے صحابہ کے قول سے متعلق اصولیین اور فقہاء کے موقف کو بیان کیا ہے۔ جبکہ تیسری رائے کو چھوڑ کر باقی دو رائے میں اختلاف کیا ہے اور دونوں قول رائج ہو چکا ہے، ان دونوں قول کے موجبات صحابہ کرام اوران کے بعد کے جمہور اہل علم نے عمل کیا جیسا کہ جان کے بجائے دوسرے اعضاء میں عورت کی دیت کا حال ہے۔

دیتوں کے سلسلہ میں عمرو بن حزمؓ کی دستاویز پر علماء کرام کے اعتماد کو دیکھتے ہوئے (جن دستاویز کو لکھنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے اس وقت دیا تھا جبکہ عمرو بن حزمؓ یمن میں عہدۂ قضا پر مامور کئے گئے تھے) مقالہ نگار نے اس دستاویز کی توثیق کا اہتمام اس کی اسانید کی تحقیق اور علماء کرام کی جانب سے اس کی توثیق کے تفصیلی بیان کے بعد کیا ہے اور اس کے الفاظ مردوں اور

عورتوں کے لئے عام ہیں جو طرفین کی دیتوں میں مساوات کا تقاضا کرتے ہیں اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کون سے چیز اس کو خاص کرتی ہے تو اس کا جواب ہے کہ اس کو خاص اس اجماع نے کیا ہے جو قرآ وسنت کو خاص کرتا ہے (دیکھئے علامہ.....کی المنتقی شرح الموطأ ۳۲۶/۲)۔

میں نے احادیث وآثار سے متعلق ادلہ شرعیہ کی تحقیق کا اہتمام کیا ہے اور اولا ان ادلہ کے حصر پر توجہ دی ہے پھر ان کے مرادیوں کے احوال کی تفتیش کی ہے اور ان کی سندوں کے متصل ہونے یا نہ ہونے کو پرکھا ہے پھر محدثین نے ان کے صحیح یا ضعیف ہونے کے سلسلہ میں جو رائے ظاہر کی ہے ان سب کو بیان کیا ہے اس کے بعد اگر میں نے اس ضمن میں ان کا کوئی حکم نہیں پایا تو اپنی جانب سے ان پر حکم لگایا ہے میں فقہاء محققین کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ادلہ شرعیہ پر اعتماد کرنے سے قبل ان کی تحقیق وتفتیش کی اتباع کا منہج اختیار کریں کتب فقہ سے محض ان کو نقل کرنے پر اکتفانہ کریں میں نے مولفین فقہاء کے شجرہ اسانید کا نقشہ تیار کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تک ان کی اسانید کو پہنچاتا ہے۔ اس سے بہت زیادہ سہولت حاصل ہو جائے گی۔

اس مقالہ میں خطأً قتل ہونے والی عورت کی دیت کا مسئلہ بھی ہے اور ارش کا مسئلہ بھی شامل ہے یعنی فقہ کی اصطلاح میں جب عورت کا عضو برباد ہو جان نہ جائے تو اس صورت میں عورت ومرد کے ضائع ہونے والے عضو کی دیت یکساں ہوگی یہاں تک کہ ثلث دیت تک پہنچے گی پھر ارش میں جو زیادتی ہوگی اس کے تحت مرد کی دیت کے نصف کر دی جائے گی جیسا کہ زید بن ثابتؓ کا قول ہے یا ایک قول ہے کہ عورت کی دیت پر معاملہ میں خواہ جان ہو یا ارش ہو مرد کی دیت کے نصف ہوگی جیسا کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ کا قول ہے یہی دونوں رائیں فقہی مذاہب ومسالک میں رائج ہیں کتب فقہ میں اس موضوع پر تفصیل درج ہے۔ علامہ سرخسی کی المبسوط مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق وغیرہ کا مراجعہ اس سلسلہ میں بہتر ہوگا۔

اس بحث ومقالہ میں اس موضوع کو نہیں اختیار کیا ہے کہ قتل خطا میں عورت کی دیت کون ادا کرے گا کیونکہ یہ موضوع اس دور میں تحقیق طلب ہے اس لئے کہ پہلے ادوار کی طرح

اب قبائل اور خاندان اور جماعتیں نہیں پائی جاتیں بلکہ سب جدید سماج کا ملا جلا حصہ بن چکے ہیں تو کیا امداد انشورنس کی صورت اختیار کی جائے گی؟ پہلے عہد میں یہ ضابطہ تھا کہ مجرم اگر فقیر ہوتا تھا اور اس کا عاقلہ نہیں ہوتا تھا تو بیت المال سے دیت ادا کر دی جاتی تھی اور کبھی مجرم کے قبیلے سے دیت محلّہ، علاقہ اور پورے گاؤں کی جانب سے منتقل کر دی جاتی کہ آپس میں چندہ کر کے دیت ادا کریں انتہائی مشکل حالات میں اسلامی حکومت، دیت کی رقم ادا کرتی تھی اس لئے کہ اگر حکومت ہر ایک کی دیت ادا کرنے لگے تو پھر مجرموں کو سرکشی و من مانی کرنے کا موقع مل جائے گا جب کہ اصل ان کو جرم سے روکنا ہے اور ان پر بندش لگانا ہے لہذا ضروری ہے کہ وہ خود دیت ادا کریں یا قبیلہ یا محلّہ اور گاؤں کے لوگ دیت دیں اور مجرم پر نگاہ رکھیں۔

اس موضوع کے انتخاب کا سبب:

میں نے بعض جدید تحقیقات ومقالات کو پڑھا تو اندازہ ہوا کہ صدیوں سے جاری دستور کے مطابق ادلہ شرعیہ کو صرف کتابوں سے نقل کیا گیا ہے ان ادلہ شرعیہ کی تحقیق تمحیص کی جانب توجہ نہیں دی گئی ہے انہیں میں سے عورت کی دیت سے متعلق ادلہ شرعیہ خاص کر حدیث "**دية المرأة نصف دية الرجل**" اور حدیث "**عقل المرأة مثل عقل الرجل حتى يبلغ الثلث**" کا بھی معاملہ ہے کہ ان کی تحقیق نہیں کی گئی ہے اسی طرح ایسے فتاوی بھی جاری ہوتے ہیں جو اس مسئلہ میں اجماع کی مخالفت کرتے ہیں جب کہ اس موضوع پر شرعی دلائل کی تحقیق کی ضرورت ہے میں نے اس بحث وتحقیق میں پوری یکسوئی کے ساتھ تین ماہ صرف کئے ہیں اللہ تعالی میرے اس عمل کو قبول فرمائے اور اس سے نفع پہنچائے وہی سننے والا اور عمل کو قبول کرنے والا ہے۔

(دکتور) اکرم ضیاء العمری

عورت کی دیت کا حکم

اول: جان میں عورت کی دیت کا حکم:

عورت کی دیت کے نصف ہونے کے سلسلہ میں قرآن کریم اور حدیث صحیح میں کوئی نص اور دلیل وارد نہیں ہوئی ہے، اس مسئلے میں دلیل صحابہ کرام اور ان کے بعد فقہاء عظام کا اجماع ہے کہ جان میں عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہوگی۔ اور جان سے کم میں عورت کی دیت کے بارے میں عہد صحابہ میں تین قول تھے۔ پہلا قول خلیفہ دوم عمر بن الخطابؓ اور زید بن ثابتؓ کا ہے۔ (مقولہ آگے آرہا ہے) بعد میں آنے والے دو فقہی مکتب فکر یعنی مالکیہ اور حنابلہ نے اسی کو اختیار کیا۔ دوسرا قول عبداللہ بن مسعودؓ کا ہے کہ دانت اور موضحہ (جو زخم ہڈی کھول دے) میں مرد اور عورت کی دیت برابر ہے اور اس سے زائد میں عورت کی دیت نصف ہے۔ یہی ایک قول حضرت عمر بن الخطابؓ کا بھی ہے (ابن عبد البر کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا مرد کے زخم کی دیت کے مقابلہ میں عورت کے زخم کی دیت آدھی ہے زخم کم ہو یا زیادہ اور اس کی دیت، مرد کی دیت کے نصف میں مثل ہے اور آدھے میں مرد کی دیت ہے یہی روایت کی گئی ہے عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی اور ان کا مشہور و معروف قول ہے کہ ارش یعنی موضحہ اور دانت کی دیت میں عورت مرد کے برابر ہے پھر باقی میں مرد کی دیت کے نصف ہوگی (الاستذکار ۶۵/۸) حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کو لکھا تھا کہ مرد و عورت کی دیت، دانت اور موضحہ (وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے) برابر ہے (یعنی پانچ اونٹ) اس کے علاوہ باقی میں تو مرد کی دیت کے نصف ہے (سنن سعید بن منصور ۶۷/۲، سنن البیہقی الکبری ۹۷/۸)۔ (بلکہ آخری رائے آپ کی یہی

ہے)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عمرؓ کے اتباع ہی یہ بات ارشاد فرمائی وجہ یہ ہے کہ ارش یعنی دانت اور موضحہ میں دیت وہ کل پانچ ہی اونٹ تو ہے عمرو بن حزم کی حدیث میں اس کا ذکر ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا وصال حضرت عمرؓ کی شہادت سے بہت پہلے ۳۳ھ میں مدینہ شریف میں ہوا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا کوفہ کے فقہی مکتب فکر میں خاصہ اثر تھا۔ اور حضرت عمرؓ تو امام المسلمین اور امیر المومنین ہیں۔ ان کا قول تو لائق اتباع ہے ہی اور مشہور قاضی مدینہ قاضی شریح نے اسی قول پر عمل کیا ہے۔

تیسرا قول حضرت علیؓ کا ہے کہ جان اور جان سے کم دونوں صورتوں میں عورت کی دیت نصف ہوگی، اس قول کو دو فقہی مکتب فکر شافعیہ اور حنفیہ نے اختیار کیا ہے۔

جان میں عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہوگی اس پر اجماع ہے:

عورت کی دیت کی تنصیف پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہ ایسا یقینی اجماع ہے جس پر عمل کرنا لازم ہے اس کو چھوڑ کر دوسری رائے کو اختیار کرنے والا (ترک اجماع کی وجہ سے) گنہگار ہوگا (دیکھئے: ابوبکر راضی بصاص کی الفصول فی الاصول ۳/۲۸۰، تحفۃ الفقہاء للسمرقندی ۳/۱۱۳، الاستذکار لابن عبدالبر ۸/۶۷، التمہید ۱۷/۳۱۳)۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہوگی اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ عورت کے زخمی کرنے کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ جب سنت سے ثبوت نہ ملے تو اس کو تسلیم کرنا ضروری ہے (الاستذکار لابن عبدالبر ۸/۶۷)۔

جان کے سلسلہ میں عورت کی دیت کیا ہوگی؟ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے ایک حدیث حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت کی دیت مرد کی دیت کے مقابلہ میں نصف ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے (رواہ البیہقی فی سننہ

۹۵/۸)۔

اور عمرو بن حزم کی حدیث یہ کہ عورت کی دیت مرد کی نصف ہے میں الحاق ہے۔

علامہ ابن حجر نے اس پر نقد کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں دیت کے بارے میں عمرو بن حزم کی طویل حدیث میں یہ جملہ نہیں ہے اور اس نقد کے بعد ثبوت اسناد محل نظر ہے (تلخیص الحبیر ۱۰۵/۴، مسند الربیع ۲۵۹۱)۔

اور جب حدیث ثابت نہیں تو عورت کی دیت کی تنصیف پر صرف دلیل اب اجماع ہی ہوگی چنانچہ حضرات صحابہ میں سے حضرت علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ کا یہی قول ہے (تفسیر طبری ۱۰۵/۲، مصنف ابن ابی شیبہ ۴۱۱/۵)۔

تابعین عظام میں سے عامر شعبی، حسن بصری، سعید بن المسیب، ربیعۃ الرای، عروہ بن الزبیر، قاضی شریح، ابن شہاب زہری کا یہی قول ہے (فتح الباری لابن حجر ۲۲۶/۱۲، مصنف عبدالرزاق ۳۹۵/۹)۔

نیز ابن ابی سلمہ، یحیٰی بن سعید، ابوالزناد، ثوری، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور امام مالک کا یہی مسلک ہے (الاستذکار ۶۴/۸-۶۵)۔

اور جمہور اہل مدینہ کا یہی مسلک ہے اور مکحول عطاء فرماتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو (یعنی صحابہ اور تابعین کو بلا خلاف) اس مذہب پر پایا کہ آزاد اور مسلمان کی دیت عہد نبوت میں سو اونٹ مقرر تھی پھر حضرت عمرؓ نے اس دیت کی یہ قیمت مقرر فرمائی۔ گاؤں والوں پر ہزار دینار پایا ہزار درہم اور آزاد مسلمان عورتکی دیت جب وہ گاؤں کی ہو پانچ سو دینار یا چھ ہزار درہم۔ پھر جب اس کا قاتل بدوی ہو تو مقتولہ کی دیت پچاس اونٹ ہیں (نصب الرایہ للزیلعی ۳۶۳/۴)۔

امام رافعی فرماتے ہیں: حضرت عمر و عثمان، عبادلہ ثلاثہ یعنی عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس کا مشہور قول یہی ہے کہ عورت کی دیت بدو کی دیت کی نصف ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ لہذا اجماع ہوا (ابن حجر، تلخیص الحبیر ۳۴/۴)۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: میرے علم میں زمانۂ قدیم وجدید کے اہل علم میں کوئی شخص نہیں ہے جس نے اس مسئلہ کی مخالفت کی ہو کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے جو پچاس اونٹ ہے (لہذا اس پر امت کا اجماع ثابت ہو چکا (الشافعی الام ۱۰۶/۶)۔

ابن المنذر اور عبد البر فرماتے ہیں: حضرات علماء کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی آدھی ہے (ابن المنذر، الاجماع ۱۱۶/۱، ابن عبد البر الاستذکار ۶۷/۸، المغنی ۲۱۳/۸-۳۱۴، مصنف ۴۱۲/۵)۔ اور مذاہب اربعہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور زمانۂ موجودہ تک اس پر عمل جاری وساری ہے (بدائع الصنائع للکاسانی ۲۵۴/۷، المغنی لابن قدامہ ۲۷۹/۷)۔

شاذ رائے:

اس مسئلہ میں صرف ابن علیہ (ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم ابو اسحاق البصری الاسدی کا اختلاف ہے یہ ان متکلمین میں سے تھا جو خلق قرآن کے قائل تھے۔ امام شافعی اور اس کے درمیان بغداد اور مصر میں مناظرے ہوئے اس نے اپنے والد بزرگوار امام محدث اسماعیل بن علیہ کے طریقے کے خلاف مسلک اعتزال اختیار کیا (تاریخ بغداد للخطیب ۲۰/۶)۔

امام شافعی نے اس کی مذمت کی ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: وہ جہمی ہے برباد ہے، مناظر تھا۔ خلق قرآن کا قائل تھا۔ امام شافعی سے یہ بھی منقول ہے کہ ابن علیہ خود گمراہ تھا اور دوسروں کو گمراہ کیا کرتا تھا۔ تفردات کثیرہ کا حامل ہے جو اہل سنت کے نزدیک ساقط الاعتبار ہیں۔ ایسے شخص کا قول بالکل لائق اعتبار نہیں کہ اسے اختلاف سے تعبیر کیا جا سکے یہ شیخ المعتزلہ ابوبکر عبد الرحمٰن بن کیسانی الاصم کا شاگرد ہے۔ ابوبکر الاصم کا مذہب یہی تھا کہ عورت کی دیت کامل ہو گی ان دونوں حضرات کا مستدل ایک ایسی حدیث ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ حدیث یہ ہے: مومن عورت کی جان میں سو اونٹ ہیں۔ حدیث کے الفاظ دو طرح منقول ہیں (۱) **فی النفس المومنة مأة من الابل**، (۲) **فی نفس المومنة مأة من الابل**۔ اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا

جائے تو یہ حدیث عام ہوگی جس کی تخصیص ایک دوسری حدیث سے ہورہی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں:''دیة المرأة علی النصف من دیة الرجل''لیکن یہ صحیح نہیں لہذا یہ دونوں حدیثیں صحیح عمرو بن حزم میں دیت کے باب میں الحاق ہیں۔

ابن قدامہ نے ان دونوں کی رائے پر نقد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ شاذ قول ہے جو اجماع صحابہ اور سنت کے خلاف ہے۔ابوبکر الاصم اور اس کے شاگرد ابراہیم ابن علیہ کا شمار فقہاء عظام میں نہیں ہے۔مجتہدین کی فہرست میں اس کا شمار ہو یہ تو دور کی بات ہے۔نیز یہ دونوں حضرات محدثین کے زمرہ میں بھی نہیں ہیں۔مزید برآں ابن علیہ اجماع کو حجت بھی مانتا تھا۔

اب یہ پہلو قابل غور ہے کہ آیا وہ کیا چیز تھی جس کی وجہ سے صحابہ کرام اور بعد کے علماء عظام نے عورت کی دیت کے نصف ہونے پر اجماع کیا؟ اور کیا اس کی وجہ سے عورت کی انسانی حیثیت کو ٹھیس لگی ہے؟ کہ عورت کو آدھے آدمی کا درجہ دیدیا گیا ہے(بقول ایک معاصر محقق کے) (اس کا جواب آگے ملاحظہ فرمائیں)۔

عورت کی دیت کی تنصیف کا اس کی انسانیت حیثیت سے تعلق:

فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ قصاص کے باب میں عورت مرد کے برابر ہے۔اس سلسلہ میں قرآن وحدیث میں صریح احکام موجود ہیں۔ارشاد باری تعالی ہے: اور ہم نے ان یہود پر توریت میں یہ بات فرض کی تھی کہ جان بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے اور دانت بدلے دانت کے اور اسی طرح خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے پھر جو شخص اس قصاص کو معاف کردے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہوجائے گا۔

اور جو شخص خدا تعالی کے نازل کئے ہوئے کے مطابق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل ستم ڈھارہے ہیں (بیان القرآن،سورہ مائدہ:۴۵)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کے خونی برابر ہیں (سنن ابی داؤد ۴/۸۱، والنسائی

۲۴/۸)۔

آیت اور حدیث میں مذکر اور مؤنث کی کوئی تفریق نہیں ہے عورت اور مرد کی تفریق دیت میں ہے جن کے اسباب کا آئندہ تذکرہ کیا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ نے عمرو بن حزم کے نام جو خط لکھا ہے اس میں عورت اور مرد کے درمیان قصاص میں مساوات کی صراحت ہے کہ عورت کے بدلے میں مرد کو قتل کیا جائے گا۔ لہذا ان لوگوں کے لئے کوئی حجت باقی نہیں رہی جو کہتے ہیں کہ عورت کی دیت کی تنصیف اس کے انسانی مقام و مرتبہ میں اثر انداز ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تنصیف کا تعلق دونوں جنسوں کے درمیان مالی فرائض کی تقسیم سے ہے، مرد و عورت کے خون کی برابری ہے اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ ابن عبد البر نے اس پر تنبیہ فرمایا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں، ان سے کہا جائے گا کہ اگر عورت مرد کے ہم پلہ نہیں اور رسول کے قول ''المسلمون تتكافأ دماء هم'' کے تحت داخل نہیں تو آپ نے عورت کے بدلے مرد کو کیوں قتل کیا؟ اگر عورت مرد کے برابر نہیں اور دیت نصف لیا (ابن عبد البر، الاستذکار ۱۶۹/۸)۔

عورت اور مرد کے درمیان مالی فرائض کی تقسیم:

اس مقام پر ضروری ہے کہ اختصار کے ساتھ دونوں جنسوں کے درمیان مالی فرائض کی تقسیم بیان کر دی جائے۔ اسلام نے نفقہ اور خرچ سے متعلق ہر طرح کی پابندی اور ہر قسم کے فریضہ کو عورت سے ساقط کر کے اس کی ساری ذمہ داری مرد کے اوپر ڈالی ہے۔ حتی کہ اگر مرد اپنے اس فریضے سے عاجز ہو جائے تو عورت کو اس کا حق حاصل ہوگا کہ وہ عدالت شرعیہ میں شوہر سے جدائی کا مطالبہ کرے۔ اگر چہ وہ بذات خود اپنا خرچ پورا کرنے پر قادر ہو۔ اسی طرح عورت کے مہر کی ادائیگی شوہر پر واجب ہے۔ عورت مہر نہیں دے گی جیسا کہ آج بھی بہت سے معاشرے میں یہ چیز موجود ہے۔

عورت سے مالی ذمہ داریوں کے ختم ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر عورت کسی کو خطأً قتل کردے تو اس کے (عاقلہ،عصبہ باپ کی طرف سے وہ رشتہ دار جو دیت کی ادائیگی میں شریک ہوں) دیت ادا کریں گے عورت سے دیت کا مطالبہ نہیں ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ عورت کی دیت اس کے عاقلہ پر ہے (رواہ البخاری ۶/۵۳۲)۔

اور عاقلہ وہ عورت کے وہ اولیاء ہیں جو عصبہ کہلاتے ہیں اور عصبہ وراثت کی اصطلاح میں وہ کہلاتے ہیں جو ذوی الفروض کے حصوں سے فاضل بچتا ہے، اس حقدار بنتا ہے۔ دیت اولاً اصحاب الفروض میں تقسیم کی جائے گی اگر باقی بچے تو عصبہ کے درمیان تقسیم کی جائے گی اور ورثاء کو اختیار ہوگا چاہیں تو دیت لیں اور اس کے قاتل کو قتل نہ کریں اور اگر چاہیں تو اس کے قاتل کو قتل کردیں (بشرطیکہ قتل عمد ہو) دوسرے لوگوں کو ان دونوں باتوں میں کسی ایک کا بھی حق حاصل نہیں ہے۔ عاقلہ میں عورت شامل نہیں ہوگی اور دیت کے کسی بھی حصہ کی ذمہ داری نہیں لے گی۔ اگرچہ وہ قاتل کی قریبی رشتہ دار ہو ابن المنذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے (ابن منذر ۱/۱۲۰، المغنی ۷/۷۹۰)۔

دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں نے لڑائی کی ایک نے دوسری کو پتھر مار کر اس کو اور اس کے پیٹ کے بچے کو ہلاک کردیا۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوا۔ آپ نے پیٹ کے بچے کی دیت ایک مردہ مقرر کیا غلام ہو یا لونڈی اور یہ بھی فیصلہ دیا کہ عورتی کی دیت اس کی عاقلہ پر ہے (رواہ البخاری، فتح الباری ۱۲/۲۵۲، ۲۵۳)۔

ابن حجر کہتے ہیں: مرنے والی عورت کی دیت مارنے والی عورت کے والد اور ان کے عصبہ پر ہے۔ عورت کے باپ اور باپ کے عصبہ عورت کے عصبہ ہوتے ہیں (فتح الباری لابن حجر ۱۲/۲۵۲)۔

علامہ کاسانی حنفی اور ابن قدامہ حنبلی نے دیت کے بوجھ سے عورت کو دور رکھنے کی یہ علت بیان کی ہے کہ دیت میں نصرت وامداد کا پہلو اور عورت اہل نصرت میں سے نہیں ہے۔ لہذا

جب مالی فرائض کی یہ تقسیم قرآن وسنت اور اجماع سے صراحت ووضاحت کے ساتھ ثابت ہے تو اس کی وجہ سے عورت کی انسانی حیثیت اور اس کا بشری مقام متاثر ہونا ناممکن ہے۔

عورت کی دیت کی تنصیف میں کوئی آیت قرآنیہ یا کوئی حدیث موجود نہیں ہے بلکہ اس مسئلہ کا ثبوت اجماع سے ہے۔ جو صحابہ کرام کے زمانے سے لے کر اخیر کی صدیوں تک ثابت ہے اس میں کسی فقیہ کا اختلاف نہیں ہے۔ لہذا اس جیسے اجماع کا رد کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اجماع کو بحیثیت دلیل شرعی کے رد کر دیا جائے جب کہ اجماع کا مقام سنت رسول اللہ سے متصل ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام کا اجماع سب سے قوی اجماع ہے۔ پس جو شخص اس کو رد کر سکتا ہے وہ بدرجہ اولی ہر طرح کے اجماع کو رد کر سکتا ہے اور اس کی وجہ سے بہت سے احکام شرعیہ جن کی بنیاد اجماع پر ہے زمین بوس ہو جائیں گے۔

ابوبکر جصاص الحنفی فرماتے ہیں: اجماع صحابہ کی بنیاد کسی نص پر نہ ہو تو ممکن ہے ان کی اجماع کی بنیاد ان کی رائے اور قیاس پر نہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اجتہاد ہو۔ عورت کی دیت مرد کی آدھی ہے یہ اجماع اسی قبیل سے ہے (ابوبکر الجصاص المغنی: الفصول فی الفصول ۲۷۹/۳، والزرکشی: البحر المحیط ۳۰۵/۶)۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اجماع کا مطلب یہ ہے کہ علماء اہل اسلام کسی حکم پر متفق ہو جائیں اور کسی بھی حکم شرعی پر اجماع امت کے ثبوت کے بعد فرق اجماع درست نہیں کیونکہ پوری امت مسلمہ گمراہی پر اتفاق کرے یہ ناممکن ہے (ابن تیمیہ الفتاوی الکبری ۷۷/۵)۔

مذکورہ بحث سے قول صحابی کے بارے میں حضرات علماء کا موقف بالکل واضح ہے کہ قول صحابی اگر مشہور ہے اس کا کوئی معارض نہیں بلکہ اسی پر اجماع ہو چکا ہے تو پھر اس سے انحراف کر کے کسی بھی عالم کی رائے محض کو اختیار کرنا درست نہ ہوگا۔ ٹھیک یہی موقف علماء کبار کا حضرات صحابہ کے قول مجمع علیہ کا بھی ہے اور عورت کی دیت کی تنصیف اسی قبیل سے ہے اس لئے کہ یہ تو اعلی درجہ کا اجماع ہے اور یہی اصولیین اور قدیم وجدید فقہاء کی رائے ہے۔

دوسرے نمبر پر جان سے کم اطراف میں عورت کی دیت کا حکم:

جان سے کم عورت کی دیت کے حکم پر قرآن وحدیث سے کوئی نص موجود نہیں ہے اور نہ ہی اجماع ہے ہاں اس مسئلہ میں قول صحابی حجت ہے۔ ماقبل میں ذکر کیا جا چکا کہ اس مسئلہ میں صحابہ سے تین قول مروی ہے دو کا تعلق تو حضرت عمرؓ کے ارشاد سے ہے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

(۱) جان سے کم میں عورت اور مرد کی دیت ثلث تک تو برابر ہوگی اس کے بعد آدھی ہوگی زید بن ثابت کا قول مشہور یہی ہے۔

(۲) عورت اور مرد کی دیت دانت اور موضحہ میں تو برابر ہے اور اس کے علاوہ جراحات وغیرہ میں مرد کی آدھی۔ عبداللہ بن مسعودؓ کا قول مشہور یہی ہے (سنن سعید بن منصور ۲/۶۷، سنن البیہقی الکبری ۸/۹۷)۔

یہی حضرت عمرؓ کی آخری رائے ہے کیونکہ آپ نے جام شہادت نوش کرنے سے کچھ پہلے ۲۲ھ میں قاضی شریح کے نام اسی پر عمل کرنے کے بارے میں لکھا تھا (ابن ابی شیبہ: المصنف ۵/۴۱۱)۔

(۳) ایک قول ان کی طرف یہ بھی منسوب ہے گو راس انتساب میں کلام ہے کہ جان سے کم میں قلیل ہو یا کثیر عورت کی دیت نصف ہوگی۔ حضرت علیؓ کی مشہور رائے یہی ہے۔

بیہقی حضرت محمد بن حسن سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ محمد ابن ابان کے بیٹوں نے حماد سے روایت کیا انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے عمر بن الخطاب سے اور علی بن ابی طالبؓ کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوگی۔

جان میں اور جان سے کم میں بھی (البیہقی السنن الکبری ۸/۵۸)، لیکن ابراہیم کی حدیث منقطع ہے۔

اور یقیناً یہ دونوں قول مختلف اوقات کے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسئلہ اجتہاد سے متعلق ہے سنت سے دلیل موجود نہیں ہے۔

اور تیسرا قول حضرت علیؓ کا ہے اس قول کا انتساب حضرت علیؓ کی طرف صحیح بھی ہے۔ کیونکہ مرسل نخعی کی تائید مرسل شعبی سے ہو جاتی ہے۔ لہذا یہ دونوں قول یکساں قابل استدلال ہیں۔ اس لئے حضرات فقہاء نے حضرات صحابہ کے زمانے سے لے کر آج تک اس کو بنیاد بنایا ہے کیونکہ تیسرے قول کی اب کوئی گنجائش نہیں ہے جبکہ زید بن ثابت کے قول کو حضرات حنابلہ اور مالکیہ نے اور جمہور اہل مدینہ نے استناد کا درجہ دیا ہے اور بعض حضرات تو اسے مرفوع کا حکم دے رہے ہیں کیونکہ ایسی بات محض رائے سے نہیں کہی جاسکتی خاص طور جبکہ قیاس صریح کے معارض بھی ہو اجماع صحیح کے ہوتے ہوئے لیکن اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر اختلاف چہ معنی۔

اور حضرت علیؓ کا قول اس لئے راجح ہے کہ وہ خلیفہ راشد کا قول ہے اور قیاس اس کا موید ہے امام ابو حنیفہ اور امام شافعی ہر ایک نے اپنے اپنے اصول فقہ کے اعتبار سے اس قول کو اختیار فرمایا ہے۔

عبدالعزیز بخاری حنفی نے بزدوی کا قول نقل کیا ہے (جان سے کم کی دیت کے باب میں) ہمارے نزدیک جان سے کم میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوگی اور امام شافعی کے نزدیک اگر دیت ثلث یا اس سے کم ہے تو عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہوگی ہاں اگر ثلث سے زائد ہو تو مرد کی آدھی ہوگی (البخاری، کشف الاسرار شرح اصول البزدوی ۲/۳۰۸-۳۱۱)۔

محقق کہتا ہے کہ عبدالعزیز بخاری سے امام شافعی کی طرف اس قول کے انتساب میں چوک ہوگئی قطعاً امام شافعی کی یہ رائے نہیں ہے۔ حضرت امام شافعیؒ نے تو امام ابو حنیفہؒ کی طرح حضرت علیؓ کے قول کو اختیار فرمایا ہے نہ کہ زید بن ثابتؓ اور سعید بن المسیب کے قول کو، کیونکہ حضرت علیؓ کے قول کا قیاس صحیح موید ہے، اور یہ قیاس علی الاجماع ہے کہ عورت کی دیت آدھی ہے ضابطہ نمبر ۸ کے بہ معنی مطابق ہے۔

اختلاف صحابہ آیا رحمت اور باعث توسع ہے یا خطاوصواب کے قبیل سے ہے؟

اس باب میں علماء کبار کا اختلاف ہے ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ حضرات صحابہ کا اختلاف امت کے لئے باعث رحمت ہے۔ قاسم بن محمد، عمر بن عبدالعزیز کا یہی قول ہے۔ اور کچھ لوگ خطا وصواب کے قبیل سے قرار دیتے ہیں۔ یہ قول امام شافعیؒ کا ہے۔ الرسالہ میں صراحت موجود ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: اگر اصحاب نبی ﷺ کے اقوال مختلف ہوتے ہیں تو ہم اس قول کو اختیار کر لیتے ہیں۔ جو کتاب یا سنت یا اجماع یا قیاس صحیح کے موافق ہو۔

یہی بات زیادہ صحیح ہے یہی جمہور اور ابن عبدالبر کا قول ہے۔ اور مالکیہ میں سے عبد الوہاب فرماتے ہیں: امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق یہی قول صحیح ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں: ہم نہیں جانتے کون خطا پر ہے اور کون مصیب مگر کسی دلیل خارجی سے اور ایسے ہی اس قاعدہ ''کل مجتہد مصیب'' میں ہی ان حضرات کا اختلاف ہے۔ زرکشی فرماتے ہیں قاسم بن محمد سے بغیر دلیل سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں اصحاب محمد کے اختلاف کے ذریعہ اللہ تعالی نے امت محمدیہ کو وسعت عطا فرمائی ہے جس قول کو بھی اختیار کر لوں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

زرکشی عمر بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا! صحابہ کرام کا اختلاف مجھے پسند ہے کیونکہ اگر ایک قول ہوتا تو امت تنگی میں پڑ جاتی۔ حضرات صحابہ سب کے سب امام ہیں اسوہ ہیں کسی کا بھی اقوال اختیار کر لینے کی گنجائش موجود ہے (زرکشی، البحرالمحیط ۸/۵۸)۔

عبدالوہاب مالکی فرماتے ہیں صحیح وہی ہے جو امام مالکؒ کے مذہب کے موافق ہے۔ اس لئے کہ اختلاف صحابہ کی صورت میں اجتہاد واجب ہے اور اسی قول کو اسوہ بنانا لازم ہے جو نظر صحیح سے تاکید یافتہ ہو لہذا اختلاف صحابہ کا تعلق باب توسع سے نہیں ہے بلکہ وہ خطا وصواب کے قبیل سے ہے۔

علائی کہتے ہیں: ابن عبدالبر نے مسلک جمہور کی حجت پر بایں طور استدلال کیا ہے کہ

حضرات صحابہ میں جب اختلاف ہوجائے تو کسی بھی قول کو اختیار نہیں کرلیا جاتا بلکہ خارج سے راجح تلاش کیا جاتا ہے۔حضرات صحابہ کا اس پر اتفاق ہے کہ بوقت اختلاف ایک دوسرے کے قول کو خطا قرار دیتے ہیں۔اور دوسرے کے قول کی طرف رجوع بھی فرماتے ہیں ایسا تو بار ہا ہوا ہے۔

معلوم ہوا کہ خود حضرات صحابہ کے نزدیک ان کا آپس میں اختلاف خطا وصواب کے قبیل سے ہے۔اگر ایسا نہ ہوتا کہ ہر ایک کہتا جو میں نے کہا وہ بھی صحیح ہے اور جو تم نے کہا وہ بھی صحیح ہے اور ہم میں سے ہر ایک مانند ستارے کے ہے لہذا ہمارا اختلاف ذرا بھی باعث ضرر نہیں ہے (بلکہ سراپا نفع ہی نفع ہے)۔

بعض لوگ جو قول صحابی کو مطلقاً حجت قرار نہیں دیتے۔اسی نکتہ سے استدلال کیا ہے اور اس کا جواب ماقبل میں گذر چکا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

اقوال صحابہ کے بارے میں گفتگو پوری ہوئی جبکہ سنت سے کوئی معارض نہ ہو (اجمال الاصابہ ص ۸۱۱-۸۳)۔

مذکورہ گفتگو اس لحاظ سے ہے کہ جان سے کم میں عورت کی دیت کا حکم تنہا صحابی کے ایسے قول پر ہے جس کا سنت سے کوئی معارض نہیں لہذا ضروری ہے کہ قول صحابی سے متعلق ائمہ اربعہ مجتہدین کا موقف واضح کردیا جائے۔

قول صحابی سے استدلال کے متعلق ائمہ اربعہ کا موقف:

حضرات صحابہ سے بہت سے اقوال منقول ہیں بعض تو اجتہادی ہیں کچھ ایسے ہیں جس میں رائے اور قیاس کا کوئی دخل نہیں، لہذا وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوں گے۔اگر چہ صحابی نے ارسال کیا ہو۔

تاریخ تشریع کے ابتداء میں حضرات علماء کے سامنے یہ بات واضح ہو چکی تھی۔

اور حضرات ائمہ نے اقوال صحابہ سے متعلق اپنا اپنا موقف بالکل واضح کر دیا ہے۔ البتہ کبھی کبھی مجتہد کی رائے اس لئے مختلف ہو جاتی ہے کہ مرور زمانہ سے اس کی رائے بدل جاتی ہے اور آخری قول کونسا ہے اس کا علم نہیں ہوتا (اس لئے بظاہر اختلاف نظر آتا ہے مترجم) اس کے پیش نظر اہل علم نے ائمہ اربعہ کی تالیفات کی چھان بین کی ہے۔ تا کہ ان کی آخری مستحکم رائے کا علم ہو سکے اور ان کے فقہی مکتب فکر میں اسے معتمد رائے قرار دیا جا سکے۔

امام شافعی اور شافعیہ کا قول صحابی پر عمل کرنے کے سلسلہ میں کیا موقف ہے حضرات شافعیہ نے اس موضوع پر طویل کلام کیا ہے۔ اور اختلاف کا شکار ہو گئے ہیں۔ بعض شافعیہ نے تو بالکل واضح طور پر لکھا ہے کہ قول صحابی قابل استدلال ہے۔ جبکہ بعض نے نفی کی ہے۔ اور کچھ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک قول صحابی حجت ہے۔ بشرطیکہ قیاس صحیح سے اسے قوت مل رہی ہو۔ ان کا یہ قول اس لحاظ سے ہے کہ انہوں نے جب امام شافعی کی کتابوں کا استقرار کیا تو قول قدیم مطلقاً قول صحابی کی حجیت کا پایا۔ جبکہ قول جدید اس شرط کے ساتھ شروط کی اس کی تائید قیاس سے ہو رہی ہے۔ بعض شافعیہ نے اسی کو امام شافعیؒ اور فقہاء شافعیہ کا آخری مستحکم قول قرار دیا ہے۔ لیکن زرکشی اور علائی کا مسلک یہ ہے کہ خود امام شافعیؒ کے قول جدید میں بھی تعارض پایا جاتا ہے۔ پھر اشکال کا حل یہ نکالا جاتا ہے کہ کتب امام شافعی کی تاریخی حد بندی کی جائے تا کہ آخر میں معمول بہا رائے کا پتہ لگ سکے۔

مشہور یہ ہے کہ قول جدید کی وضاحت میں الرسالۃ الجدیدۃ، کتاب الام اور کتاب اختلاف مع مالک تھی (مطبوع آخر کتاب الام)۔

یہ تمام کتابیں اس موضوع کی حامل ہیں، لیکن اشکال حل ہوتا نظر نہیں آتا، کیونکہ کتب قدیمہ کی طرح کتب جدیدہ کے اقوال میں بھی تعارض پایا جاتا ہے۔ علائی نے قدیم و جدید کا جو استقرار کیا ہے یہ بحث اسی کے مطابق ہے۔

پیش خدمت ہیں ذیل میں ائمہ اربعہ کی آراء:

اولاً پیش کئے جاتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہؒ کا موقف:

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا موقف یہ ہے کہ اگر قول صحابی غیر مختلف فیہ ہوتو اسے قیاس پر مقدم فرماتے ہیں۔ اور اگر ایک یا ایک سے زائد صحابی کا اختلاف ہوتو حضرات صحابہ ہی سے کسی ایک قول کو لیتے ہیں ان کے اقوال سے باہر نہیں نکلے اور دلیل سے جو قول راجح ہوتا ہے اسے اختیار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ قول صحابی قیاس پر مقدم ہے بشرطیکہ کسی صحابی کا اس میں اختلاف نہ ہو (الزنجانی: تخریج الفروع علی الاصول ۱۷۹/۱)۔

امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے جو ثابت ہو وہ سر آنکھوں پر اور جب صحابہ کا اختلاف ہو جائے تو ہم ان کے اقوال سے کوئی قول چن لیں گے۔ اور جب معاملہ تابعین تک پہنچے گا تو وہ بھی رجال ہم بھی رجال (لہذا اجتہاد کریں گے)۔

ہم ان کے قول سے انتخاب کریں'' کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دلیل سے جو قول راجح ہوگا جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول گذرا (العلائی: اجمال الاصابہ ص ۸۱، ۸۳)۔

اور اکثر حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ قول صحابی حجت ہے قیاس پر اس کو مقدم کیا جائے گا محمد بن الحسن فرماتے ہیں ہمارے اصحاب متقدمین کے بارے میں کچھ بھی ثابت نہیں کہ ان کا مسلک کیا تھا (الزرکشی: البحر المحیط ۵۸/۸)۔

ابن القیم فرماتے ہیں: تمام ائمہ اسلام کا اتفاق ہے کہ صحابی کا قول قبول کیا جائے گا۔ نعیم بن حماد کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سنا امام صاحب فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے جو منقول ہو وہ سر آنکھوں پر اور جو صحابہ سے منقول ہو تو ان اقوال سے انتخاب کریں گے اور جو تابعین سے نقل کیا جائے تو ہم ان سے مزاحمت کریں گے (ابن القیم: اعلام الموقعین ۱۲۳/۴)۔

سیواسی فرماتے ہیں (کمال الدین ابن ہمام محمد بن عبدالواحد السیواسی (ت ۸۶۱ھ):
جب صحابہ کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو انہیں کے اقوال میں سے کوئی قول اختیار کرتے اور حضرات صحابہ کے قول سے باہر نہیں نکلے، خلاصہ یہ ہے کہ قول صحابی حجت ہے اور ہمارے نزدیک صحابی کی تقلید واجب ہے۔ بشرطیکہ سنت سے اس کی نفی نہ ہوتی ہو(السیواسی: شرح فتح القدیر ۶۸/۲)۔

ابن عابدین فرماتے ہیں: حاصل یہ ہے کہ صحابی کا قول حجت ہے ہمارے نزدیک ان کی تقلید واجب ہے بشرطیکہ سنت سے اس کا معارضہ نہ ہو (حاشیہ ابن عابدین ۵۸/۲)۔
السرخسی نے کہا کہ ابوبکر الرازی ابوالحسن کرخی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں امام ابو یوسفؒ کو بعض مسائل میں یہ کہتے ہوئے سنتا کہ قیاس تو اس طرح ہے مگر میں نے اثر کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا۔ اور یہ اثر ہے کیا؟ صحابہ کا قول ہی تو ہے لہذا یہ واضح دلیل ہے کہ مذہب حنفی میں قول صحابی قیاس پر مقدم ہے۔
ابوبکر رازی فرماتے ہیں کہ میرے لئے کوئی تعجب خیز بات نہیں امام کرخی نے امام ابو یوسفؒ کے حوالہ سے جو ذکر کیا وہ اصحاب حنفیہ سے مسائل کثیرہ میں موجود ہے (اصول السرخسی ۱۰۵/۲)۔

سرخسی نے کہا کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: عورت کا زخم مرد کے زخم کے مقابلہ میں آدھا ہے۔ قلیل ہو یا کثیر اور عورت کی دیت مرد کی آدھی ہے قاضی شریح نے حضرت علیؓ کے قول کے مطابق عمل کیا ہے (حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کے نام جو خط لکھا اس میں ہے کہ مردوں اور عورتوں کا زخم دانت اور موضحہ میں برابر ہے ان دونوں کے علاوہ میں عورت کی دیت مرد کی نصف ہوگی ج ۱۰۶۲/ (مصنف ابی شیبہ ۴۱۱/۵) عبداللہ بن مسعودؓ کی یہی رائے ہے اور شریح کا انہیں کا اتباع کیا حوالہ (۸) اصول السرخسی)۔
فرماتے ہیں اسی کے قائل امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب ہیں اور سفیان

ثوری کا بھی یہی قول ہے(۹............)۔

مجد دی برکتی فرماتے ہیں (محمد عمیم الاحسان المجد دی البرکتی) ہمارے یہاں ضابطہ یہ ہے کہ قول صحابی قیاس پر مقدم ہوگا بشرطیکہ کسی صحابی کا اختلاف نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ صحابی نے بطریق قیاس کیا ہوگا۔ اگر قیاس قول صحابی کے خلاف ہو تب تو واضح ہے کہ سماعاً ہی کہا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک قیاس مقدم ہے اس لئے کہ وہ صحابی کی تقلید کے قائل نہیں اور نہ رائے صحابی کے اختیار کر لینے کے (المجد دی البرکتی: قواعد الفقہ ۴۳/۱)۔

عبدالعزیز بخاری حنفی فرماتے ہیں: ''ہمارے نزدیک اقوال صحابہ حجت ہیں اور ان کے افعال سنت ہیں کیونکہ ہمیں ان کے طریقہ کے احیاء کا حکم دیا گیا ہے (عبدالعزیز البخاری: کشف الاسرار شرح اصول البزدوی ۳۰۸/۲-۳۱۱)۔

دوسرے نمبر پر پیش خدمت ہے امام مالکؒ کا موقف:

امام مالکؒ سے دو رائے منقول ہے۔

رائے اول: امام مالکؒ سے صحیح مشہور اور ان کے اصول سے متفق قول یہ ہے کہ قول صحابی حجت ہے جیسا کہ قیاس حجت ہے۔

شیخ ابوالحسن (غالبًا ابوالحسن علی بن فہر شیخ البیہقی ہیں (سنن البیہقی الکبری ۲۷/۴) شارح المدونہ کے کلام سے ایسا ہی واضح ہوتا ہے وہ دلائل جن پر مذہب مالک کی بنیاد ہے وہ سترہ ہیں۔ شیخ بے ابومحمد صالح سے نقل کیا ہے (صالح ہو ابومحمد صالح شیخ الغرب علماً وعملاً الدیباج المذہب ۱۲۹/۱)۔

(۱) نص الکتاب، (۲) ظاہر الکتاب یعنی عموم، (۳) دلیل کتاب یعنی مفہوم مخالف، (۴) مفہوم کتاب یعنی مفہوم اولی (۵) تنبیہ الکتاب یعنی علت پر تنبیہ کرنا مثلاً باری تعالی کا قول (فانہ رجس اوفسقا) (سورۃ الانعام: ۱۴۵)۔ اور ایسے ہی سنت سے بھی پانچ کل دس ہوگئیں۔

(۱۱) اجماع، (۱۲) قیاس، (۱۳) عمل اہل مدینہ، (۱۴) قول صحابی، (۱۵) استحسان، (۱۶) سد ذرائع، (۱۷) مختلف فیہ ہے اور وہ ہے مراعاۃ الخلاف پس کبھی لحاظ ہوتا ہے اور کبھی نہیں (الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیر وانی ۲۴/۱-۲۵)۔

عدوی فرماتے ہیں: قول صحابی حجت ہے امام مالکؒ اور ان کے مقلدین کے نزدیک (العدوی حاشیہ ۱۲۴/۱)۔

امام محمد خرشی مالکی فرماتے ہیں کہ اصول فقہ میں یہ بات ثابت ہے کہ مذہب مالک میں قول صحابی بلاشبہ حجت ہے (ابن عابدین: منح الجلیل شرح مختصر خلیل ۳۶۵/۲)۔

رائے ثانی: امام مالکؒ کی دوسری رائے یہ ہے کہ قول صحابی مطلقاً حجت نہیں ہے'' اور عبدالوہاب کا خیال یہ ہے کہ مذہب مالکؒ کے مطابق یہی صحیح ہے کیونکہ وجوب اجتہاد اور نظر صحیح کے موافق جو ہو اس کا اتباع لازم ہے۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں اختلاف صحابہ میں امت کے لئے وسعت نہیں ہے وہ یا تو خطا ہے یا صواب جبکہ دوسرا قول اور وہی قول قدیم ہے کہ قول صحابی حجت شرعیہ ہے قیاس پر مقدم کیا جائے گا (الزرکشی: البحر المحیط ۵۸/۸)۔

امام شافعیؒ کا موقف:

امام شافعیؒ سے دو قول منقول ہے۔ اس باب میں اصحاب شافعیؒ کا اختلاف ہے مذہب قدیم اور مسلک جمہور یہ ہے کہ قول صحابی مطلقا حجت ہے جبکہ قول جدید میں اگر قیاس تائید کرے تب حجت ہے وگرنہ نہیں ہے (النووی مؤلف کتاب التقریب)۔

قاضی نے (۱) ''التقریب'' میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کا قول جدید ہی مذہب شافعیؒ ہے امام مزنی نے حضرت امام شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ قول صحابی کے ساتھ جب قیاس بھی ہو تو میں قول صحابی اختیار کرتا ہوں (البحر المحیط ۶۱/۸-۶۲)۔

ذیل میں تفصیل کے ساتھ امام شافعی کی آراء پیش کی جاتی ہیں:

حضرت امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ قول صحابی حجت ہے قیاس پر مقدم ہے۔ اس قول کو امام الحرمین نے نقل کیا ہے اگر چہ جمہور اصحاب شافعی سے قول جدید کے نقل کرنے میں غفلت ہوگئی ہے حضرت امام شافعی نے جہاں طبقات علم کا تذکرہ کیا ہے تو قول صحابی کو فوقیت دی ہے بشرطیکہ ان کا کوئی مخالف نہ ہو۔ پھر قول صحابہ جبکہ باہم مختلف ہوں کو قیاس پر مقدم قرار دیا ہے (علامہ ابن قیم نے علامہ بیہقی کے حوالہ سے امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں اگر کتاب وسنت سے دلیل موجود نہ ہوتو میرے نزدیک خلفاء راشدین کا قول بنسبت اوروں کے زیادہ محبوب ہے، پھر اگر ان میں اختلاف ہوتو ہم اس قول کو لیں گے جس کی پشت پر دلیل ہو اور ان کا کلام دلیل سے کم خالی ہوتا ہے وگرنہ اکثر کو دیکھیں گے اور احسن قول کو اختیار کریں گے علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ہم گواہ ہیں کہ حضرت نے قول قدیم سے رجوع نہیں کیا ہے بلکہ جدید اور قدیم یکساں ہیں)۔

زرکشی نے اصول شافعی کو وضع کیا ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہے (۱) کتاب، (۲) سنت، (۳) قول صحابی جس میں اختلاف نہ ہو، (۴) صحابہ کا قول مختلف فیہ، (۵) قیاس مذکورہ اصول میں سے بعض پر، کتاب وسنت سے دلیل موجود ہے تو پھر کسی کو اختیار نہیں کیا جائے گا، اور اعلی سے لیا جائے گا۔ ان ہی کلمات کی صراحت کے ساتھ امام شافعی سے منقول ہے۔ بیہقی نے اپنے شیوخ سے حضرت اصم کے حوالہ اور اصم ربیع سے اور ربیع نے امام شافعیؒ سے روایت کیا ہے جس سے صراحت کے ساتھ یہ مفہوم ہوتا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک قول صحابی حجت ہے اور قیاس پر مقدم ہے جیسا کہ امام الحرمین نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے۔ تو جدید قول کے اعتبار سے حضرت امام شافعیؒ کے دو قول ہوئے (۱) ایک قدیم کے موافق ہے اکثر اصحاب شافعیہ سے اس کے نقل میں غفلت ہوئی (الزرکشی: البحر المحیط ۶۰/۸، وایقاظ الہمم ۱۰۱/۱)۔

عدوی مالکی کہتے ہیں (العدوی: حاشیہ ۱۲۴/۱، یہ ابوالحسن علی بن احمد الصعید ی العدوی

فحشی الخرشی ہیں تحقیقات اور تالیف شریعہ کے حامل حاشیۃ الدسوقی ۱/۳): کہ قول صحابی امام شافعیؒ کے قول قدیم کے اعتبار سے حجت ہے (العدوی حاشیہ ۱/۱۲۴)۔

علائی نے کلام شافعیؒ کا ان کی کتاب الرسالۃ القدیمۃ کا استقرار کیا وہ فرماتے ہیں کہ قول صحابی کے بارے میں امام شافعیؒ کے چند اقوال ہیں:

(۱) قول صحابی حجت ہے قیاس پر مقدم ہے جیسا کہ ان کی کتاب اختلاف مع مالک جو کتب جدید سے ہے واضح ہے۔

(۲) مطلقا حجت نہیں ہے حضرات شافعیہ کے درمیان قول جدید کی حیثیت سے یہی مشہور ہے۔

(۳) حجت ہے بشرطیکہ قیاس منضم ہو جائے تب اس کو ایسے قیاس پر مقدم کیا جائے گا جو قول صحابی سے خالی ہو کتاب الرسالۃ الجدیدۃ سے یہی شارہ ملتا ہے۔

اور قاضی الماوردی کے حوالہ سے امام شافعیؒ کا گذر چکا ہے کہ قیاس تقریبی مؤید بقول صحابی قیاسی تحقیق سے مروی ہے، ابن صباغ بعض اصحاب کے حوالے سے امام شافعیؒ یہ قول نقل کرتے ہیں کہ قیاس ضعیف جو قول صحابی سے تائید یافتہ ہو وہ قیاس قوی سے اولی ہوگا۔ تو ملاحظہ فرمایئے امام شافعیؒ کے دو اور قول نکل آئے بشرطیکہ ہم قیاس ضعیف کو قیاس تقریبی وغیرہ سے عام قرار دیں وگرنہ پانچواں قول زائد ہوگا۔

علائی فرماتے ہیں کہ یہ یعنی ماوردی کے کلام کا مقتضی تو یہ ہے کہ امام شافعی کے قول کی تخریج کرتے ہوئے کہا جائے۔ کہ قول صحابی غیر مدرک بالقیاس میں تو حجت ہے اور اس کے علاوہ میں نہیں ظاہر ہے کہ یہ اشکال سے خالی نہیں۔ اس لئے کہ بظاہر اس کی بنیاد امام شافعیؒ کے قول مطلق پر ہے کہ قول صحابی حجت ہے۔

(قطع نظر سے اس سے کہ مدرک بالقیاس ہو یا نہ ہو مترجم) پھر قول ماوردی کہ یہ قول قدیم پر تفریع سے صفت سے خالی نہ ہوگا۔ اس لئے کہ امام شافعیؒ کے مصر تشریف لیجانے کے ان کی

جدید کتابوں سے ربیع ابن سلیمان سے حضرت امام شافعیؒ سے جونقل کیا ہے وہ بھی اسی نقل کی مؤید ہے ہورسالۃ جدیدۃ اور کتاب اختلاف مالک والشافعی سے گذر چکا۔

پھر یہ سب اقوال اس وقت ہیں کہ صحابی کا قول منفرد ہو اور اس میں اختلاف نہ ہو (العلائی: اجمال الاصابہ ۱/۴۱)۔

سرخسی نے مبسوط (السرخسی: المبسوط ۲۶/۷۹) میں سعید بن المسیب کے قول انہا السنۃ اور ربیعہ کے اعتراض کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ روایت نادر ہے اس طرح کا حکم من قبیل المحالات ہے اس کو شاذ ونادر سے بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا (کشف الاسرار ۲/۲۰۸) (محقق کہتا ہے کہ سعید بن المسیب کی عبارت میں سنت سے مراد سنت مرفوعہ نہیں اور یہی امام شافعیؒ سے ثابت ہے)۔

زنجانی شافعیؒ (سعید بن علی بن محمد بن علی بن الحسین الشیخ الحافظ صاحب ورع ہیں ابو القاسم زنجانی ہیں مصر میں ابوعبداللہ بن الفضل بن نظیف وغیرہ سے سماع کیا اور زنجان میں محمد بن ابی عبید سے دمشق میں عبدالرحمٰن بن یاسر وغیرہ سے (طبقات الشافعیہ الکبری ۴/۳۸۳) فرماتے ہیں امام شافعیؒ کے نزدیک تنہا قول صحابی حجت نہیں بعد والوں پر ان کی تقلید واجب نہیں دلیل آیت کریمہ "فاعتبروا یا أولی الأبصار" ہے کہ حکم اعتبار یعنی اجتہاد کا مل رہا ہے نہ کہ تقلید کا، اس لئے کہ صحابی معصوم نہیں سہو اور غلطی کا امکان ہے تو اللہ کے دین میں قول صحابی مطلقاً حجت کیونکر بن سکتا ہے؟ (زنجانی، تخریج الفروع علی الاصول ۱/۱۷۹) بالیقین زرکشی اور علائی کا استقراء زنجانی کی رائے سے بدرجہا بہتر ہے۔

اس لئے کہ یہ دونوں بھی شافعی ہیں جنہوں نے کتب شافعی سے ان کی رائے کی تحقیق کی ہے اور ہم نے تفصیل کے ساتھ امام شافعیؒ کے اقوال میں پائے جانے والے تعارض کو پیش کر دیا ہے امام شافعیؒ امام مجتہد ہیں، اصول فقہ کے بانی ہے اس فن کی کتابیں ان کے پیش نظر نہیں ہیں، زرکشی اور ان کے بعد علائی وغیرہ کو دوران استقراء ان کے اقوال کے درمیان ترجیح دینا ممکن

نہیں ہے کیونکہ یہ تو جب ہوگا جبکہ امام شافعیؒ کے اقوال جدید میں مقدم وموخر کی جانکاری ہواور یہ ہے ٹیڑھی کھیر۔

اور کہا فرعی فقہی احکام کا تتبع اور اقوال صحابی کے ساتھ تعامل کی کیفیت اس بات کے لئے مفید ہوسکتی ہے کہ یہی امام شافعیؒ کا آخری قول اور آخری رائے ہے؟

لیکن قاضی نے تقریب میں القول فی منع تقلید العالم للعالم کے باب میں نقل کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ امام مزنی کی نقل کے مطابق امام شافعیؒ کا قول جدید اور مسلک معمول بہا یہ ہے کہ قول صحابی حجت ہے بشرطیکہ قیاس موافق ہو(الزرکشی، البحر المحیط ۸/۶۱-۶۲)۔

امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ صحابہ کا اگر اختلاف ہو تو حجت خلفاء راشدین کی کسی قول میں ہے ان کے مشتہر ہونے اور رجوع عام کی وجہ سے (العلائی: اجمال الاصابہ ۱/۳۹)۔

علائی فرماتے ہیں: امام شافعیؒ کتاب اختلاف مع مالک یہ بھی کتب جدید (امام شافعیؒ کے قول آخر معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی کتب جدیدہ کی تاریخ کا ہم یقین کریں اور کتب جدید، الرسالہ الجدیدۃ الام، اختلاف مع مالک ہیں لیکن یہ عمل دشوار بہت ہے یہ کتب پہلے انہوں نے تالیف فرمائیں پھر مصر جانے کے بعد ان کی تنقیح کی اور جدیدہ کا نام دیا امام احمد حنبل قدیم وجدید دونوں کو یاد رکھتے تھے (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۵۷) میں سے فرماتے ہیں:

کتاب وسنت کے موجود ہوئے ہوئے ان کے اتباع کے بغیر چارہ نہیں ہے پھر اگر دلیل کتاب وسنت سے موجود نہ ہو تو صحابہ کے اقوال یا ان میں سے کسی ایک کے قول کی طرف رجوع کریں گے۔ پھر ائمہ یعنی ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے اقوال زیادہ پسندیدہ ہیں، اگر ہمیں تقلید کرنی ہو اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ ہمیں اختلاف کی کوئی دلیل نہ ملے جو کتاب وسنت کے اختلاف کے ہم معنی ہو اور اگر قول صحابی مدلل ہو تو پھر ہم اس کا اتباع کریں گے اس لئے کہ امام المسلمین کا قول مشہور ہوتا ہے لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے اور جس کا قول عوام کے لئے لازم ہو تو وہ اظہر ہوگا ہی (العلائی: اجمال الاصابہ ۱/۳۸، دیکھئے: کتاب الام ۷/۲۶۵)۔

زرکشی کہتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف صحابہ کے بارے میں تین قول ہیں (۱) قابل حجت نہیں معتمد نہیں، (۲) تخییر ہے جس منشا کسی کا بھی قول لیا جا سکتا ہے، ابن عبدالبر نے قاسم ابن محمد اور عمر بن عبدالعزیز سے یہی روایت کیا ہے۔ بعض حضرات نے اس کا انتساب امام ابوحنیفہؒ کی طرف کیا ہے۔ (۳) عمل ترجیح اختیار کیا جائے گا یعنی قول راجح کو لیا جائے گا۔ امام شافعیؒ سے ان کی کتاب ''الرسالۃ میں صراحت موجود ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں اقوال صحابہ سے ہم اس قول کو اختیار کریں گے، جو کتاب وسنت اجماع یا قیاس صحیح کے موافق ہو یہی اصح ہے اور جمہور کا یہی قول ہے (زرکشی کہتے ہیں یہ عبارت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ امام شافعی نے حضرت علیؓ کے قول کو اختیار فرمایا ہے اور حضرت علیؓ کے قول کو زید بن ثابتؓ کے قول پر مقدم کیا ہے، اس لئے کہ باعتبار قیاس کے یہی صحیح تر صورت ہے۔ کیونکہ جب کتاب وسنت اور اجماع میں کسی بھی قول کی تائید نہ ملے اور خلفاء راشدین کا اختلاف ہو باقی مثلاً حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ باقی کا زید بن ثابت کا قول حضرت عمرؓ کے عمل کے موافق ہو اور یہ خلیفہ راشد ہیں اور حضرت علی کا ان کے خلاف ہو اور یہ بھی خلیفہ راشد ہیں تب کسی ایک قول کو ترجیح ممکن نہیں تو امام شافعیؒ نے اس مسئلہ میں اصل رابع کو ساقط کر دیا باوجودیکہ وہ اصل سابع پر متفق ہیں کہ مجتہد فیہ مسائل میں ایک صحابی کا قول دوسرے صحابی پر حجت نہیں ہے، اور حضرت نے اصل ثامن کے موافق دو صحابی کے قول ہیں قیاس کے ذریعہ ترجیح دی، واللہ اعلم۔

ابن عبدالبر نے اختلاف صحابہ من قبیل الخطا والصواب ہے کے مسئلہ پر اس بات کو دلیل بنایا ہے کہ حضرات صحابہ بالاتفاق ایک دوسرے کا تخطئہ کرتے ہیں اور بوقت خلاف ایک دوسرے کے قول کو قبول کرتا ہے شاید انہوں نے اس مسئلہ کو صحابی کے قول کی عدم حجت پر متفرع کیا ہے (الزرکشی: البحر المحیط ۸/۱۷-۶۷، والعلائی: اجمال الاصابہ ۱/۴۱)۔

صحابہ کرام مختلف فیہ قول کے متعلق امام شافعیؒ کا موقف بالکل واضح ہے کہ ان کے ایک قول کو ترجیح دی جائے گی۔ بشرطیکہ دو قول ہوں اور دونوں مشہور ہوں اور جمہور اہل علم صحابہ نے

اس پر عمل کیا ہو اور جان سے کم (ابن القیم: اعلام الموقعین ۹۳/۴) میں عورت اسی قبیل سے ہے۔

قول صحابی سے متعلق امام شافعیؒ کی متعارض اقوال نقل کئے جا چکے ہیں لیکن الرسالۃ القدیمہ کتاب اختلاف مع مالک جو کتب جدید میں سے ہے (العلائی: اجمال الاصابہ ۱/۴۱) جو تنقیح کے بعد اقوال ہیں کی تصریحات سے یہ بات واضح ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک قول صحابی حجت ہے قیاس پر مقدم ہے۔

(۳) اور امام شافعیؒ کے اصول میں سے ہے کہ خلفاء اربعہ کا ہر قول قابل اقتداء ہے اور یہی حدیث ''اقتدوا باللذین من بعدی'' (الحدیث حسن بشواہدہ) کا مقتضی بھی ہے تو ان ہی میں ہر ایک کی اقتداء وہ منفرد ہو ماقبل کی حدیث ''وسنۃ الخلفاء الراشدین کے خلاف ہے (الحدیث صحیح بطرقہ وہو فی مسند أحمد ۱۳۶/۴، سنن الترمذی ۴۴/۵، ابن ماجہ السنن ۱۶/۱، والدارمی السنن ۵۷/۱) اور جب ان اوامر کے مخاطب حضرات صحابہ ہیں تو ان کے اقوال کے متعارض ہونے کے وقت خلفاء اربعہ میں سے ہی کسی کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کی کتاب اختلاف مع مالک وغیرہ میں صراحت گذر چکی ہے (العلائی: اجمال الاصابہ ۵۳/۱)۔

(۴) اور امام شافعیؒ کا یہ بھی اصول ہے کہ مذہب صحابی اگر مشہور ہو اور اس میں کسی کا اختلاف نہ ہو تو وہ حجت ہوگا۔ یعنی اسے اجماع قرار دیا جائے گا (الزرکشی: البحر المحیط ۶۱/۸ نقلاً عن ابن الصباغ)۔

(۵) ان کے اصول میں سے ایک یہ بھی ہے فرماتے ہیں اگر صحابہ میں سے کسی کا قول ہو اور اختلاف سے خالی ہو تو ہم ان کے قول کو اختیار کریں گے اگر مختلف فیہ ہو تو بعض کے قول کو لیں گے اور ان کے اقاویل سے باہر نہیں جائیں گے (الزرکشی: البحر المحیط ۵۶/۸)۔

حضرت امام شافعیؒ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے موافق ہیں۔

(۶) ان کا یہ بھی اصول ہے کہ مسائل اجتہادیہ میں قول صحابی دوسرے مجتہد صحابی کے لئے حجت نہیں ہے چاہے وہ امام ہو یا حاکم یا مفتی اور اصولین کا اس پر اتفاق ہے (الزرکشی: البحر المحیط

۵۶/۸)۔

زرکشی فرماتے ہیں شیخ یعنی ابواسحاق الشیرازی کا قول ''اللمع'' میں اسی کا متقاضی ہے صحابہ کے دومختلف البنیاد قول کے درمیان اجماع کی صورت میں قول مجمع علیہ حجت ہوگا یانہیں شیخ فرماتے ہیں کہ دوصورت ہے اگر ہم کہتے ہیں کہ حجت نہیں ہے تو یہ ایک کا قول دوسرے پر حجت نہ ہوگا اور ایک کی تقلید دوسرے کے لئے درست نہ ہوگی بلکہ دریں صورت مرجع وہ دلیل ہوگا۔

اور اگر ہم اس کی حجت کے قائل ہوں تو یہاں دو متعارض دلیل ہے لہذا عمل ترجیح اختیار کرنا ہوگا یا تو کثرۃ تعداد کے ذریعہ یا جس جانب کوئی امام ہو اس قول کو راجح قرار دیا جائے گا (الزرکشی: البحر المحیط ۵۶/۸)۔

علامہ زرکشی فرماتے ہیں پھر یہ اتفاق بلحاظ ان کے زمانے کے توضیح ہے مشہور اختلاف اس میں ہے کہ آیا وہ تابعین اور بعد کے لوگوں پر حجت ہے، اس میں چند اقوال ہیں مطلقا حجت نہیں ہے (۲) حجت شرعیہ ہے قیاس پر مقدم ہے، امام شافعیؒ کا قول قدیم یہی ہے امام شافعیؒ قول قدیم کے اعتبار سے فرماتے ہیں: ''اگر ائمہ یعنی خلفاء راشدین کے بعد صاحب افتاء صحابہ کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو، اور اختلاف کی کوئی دلیل نہ ہو تو ہم اکثر کو دیکھیں گے پھر اگر سب برابر ہوں تو ہمارے نزدیک جو قول موقع محل کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہوگا، اسے لیں گے، یہ قول قدیم کے اعتبار سے مشتہر قول ہے اور امام شافعیؒ سے جدید قول بھی یہی مصرح ہے جس کو بیہقی نے نقل کیا ہے کتاب الام (کتاب الام کے قدیم وجدید نسخے ہیں میرے سامنے جدید نسخہ ہے جس کی امام شافعی نے مصر میں کی تھی اور ربیع کی روایت سے یہ دنیا میں عام ہوئی) میں اس کا ذکر موجود ہے ''خلافہ مع مالک کے باب'' میں اور یہ کتب جدیدہ میں سے ہے، ہم بلفظہ ذکر کرتے ہیں کیونکہ فائدہ سے خالی نہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ علم کے مختلف طبقات ہیں (۱) کتاب اور سنت بشرطیکہ اس کا ثبوت ہو، (۲) دوسرے اجماع ہے کہ کتاب وسنت میں حکم موجود نہ ہو، (۳) تیسرے اصحاب

النبیﷺ کا قول بشرطیکہ کسی کے خلاف کا علم نہ ہو، (۴) چوتھے اصحاب رسولﷺ کا اختلاف پانچویں انہیں بعض طبقات پر قیاس (مثلاً کتاب یا سنت پر) کتاب وسنت میں حکم اگر موجود ہے تو پھر کسی شئی کو اختیار نہیں کیا جائے گا، اور علم اوپر سے اخذ کیا جائے گا یہ لفظ بہ لفظ تصریح ہے جس سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ قول صحابی حجت ہے اور قیاس پر مقدم ہے جیسا کہ امام الحرمین کے حوالے سے گذر چکا، لہذا امام شافعیؒ کے جدید کے اعتبار سے دو قول ہوئے، جس میں ایک قدیم کے موافق ہے لیکن اکثر شافعیہ نے اس کو نقل کرنے سے غفلت برتی ہے (الزرکشی: البحر المحیط ۶۱/۸)۔

قول صحابی قیاس کے انضمام کے ساتھ حجت ہے لہذا ایسا قول صحابی اس قیاس پر مقدم ہوگا، جو قول صحابی سے خالی ہو (الشافعی، الرسالۃ ۵۹۷/۱)۔

کتاب الرسالہ میں امام شافعیؒ سے اس کی تصریح موجود ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں حضور اکرمﷺ کے صحابہ کے اقوال اگر مختلف ہوں تو ہم اس قول کو لیں گے جو کتاب یا سنت یا اجماع یا قیاس صحیح کے مطابق ہو اور اگر صحابہ کا کوئی قول ایسا ہو کہ دیگر صحابہ کی طرف سے نہ موافقت ہو نہ مخالفت تو ان میں سے کسی ایک کے قول کا اتباع کروں گا بشرطیکہ کتاب یا سنت یا اجماع میں نہ پاؤں اور نہ ہی کوئی ایسی شئی پاؤں جس کے مطابق فیصلہ کیا جا سکے یا اس کے ساتھ قیاس ہو یہ بلفظہ تصریح ہے۔

ابن رفعہ (البحر المحیط: للزرکشی ۶۱/۸-۶۲) اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قاضی حسین وغیرہ اصحاب شافعیؒ میں سے امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا قول جدید یہ ہے کہ صحابی کا قول حجت ہے بشرطیکہ قیاس سے اس کو تقویت مل جائے ایسے ہی ابن قطان نے اپنی کتاب میں اس کو نقل کیا ہے۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم قول صحابی کو بشرطیکہ قیاس کے مطابق ہو اختیار کر لیں گے انتہی، اسی کے مثل قفال شافعی نے بھی اپنی کتاب میں کہا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ قول جدید کے اعتبار سے قول صحابی حجت ہے جبکہ قیاس کی موافقت کی وجہ سے اسے قوت مل جائے، اور

قاضی نے تقریب میں باب القول فی منع تقلید العالم للعالم میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کے قول جدید ہی پر مذہب کی بنیاد ہے امام مزنی نے امام شافعیؒ سے اس کو نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے قول جدید کے اعتبار سے فرمایا ہے کہ میں صحابی کے قول کو لیتا ہوں جبکہ اس کے ساتھ قیاس ہو ابن ابی ہریرہ نے باب الربا کی تعلیق میں ذکر کیا ہے کہ قول صحابی موافق قیاس کو ضعیف ہو پھر بھی اسے اختیار کر لینا اولی ہے بالخصوص جبکہ کسی پیشوا کا قول ہو (البحر المحیط: للزرکشی ۶۱/۸-۶۲) اور مشہور ومعروف شافعی المسلک شیخ منصور بن محمد علامہ ابوالمظفر السمعانی فرماتے ہیں کہ صحابہ کا قول منفرد وغیر مشہور اور غیر مختلف فیہ اجماع نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ نہ معروف ہے اور نہ منکر کہ اجماع کی حیثیت دیجائے ہاں اگر قیاس کے خلاف نہیں تو حجت قرار دیا جائے گا لیکن شافعیہ کا اس صورت میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ بحیثیت قیاس کے حجت ہوگا جبکہ کچھ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ قول صحابی کی حیثیت سے حجت ہوگا۔

البتہ اگر قیاس کے خلاف ہو یا قول صحابی کے ساتھ قیاس خفی ہو اور قیاس جلی ان کے قول کے خلاف ہو امام شافعیؒ کا اس میں دو قول ہے (۱) قول قدیم کے اعتبار سے قول صحابی قیاس سے اولی ہوگا یہی امام ابوحنیفہؒ، احمدؒ اور فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے جبکہ قول جدید یہ ہے کہ قیاس اولی ہوگا (قواطع الادلہ للبزدوی ۹/۲)۔

یہ تمام حضرات کبار فقہاء شافعیہ میں سے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہی امام شافعیؒ کا مسلک جاری وساری ہے علامہ زرکشی اور ان کے بعد علائی جنہوں نے تحقیق مسئلہ کہتے امام شافعیؒ کی کتابوں کی تحقیق کا بیڑا اٹھایا ہے، یہ حضرات ان فقہاء عظام کے خلاف نہیں ہے۔

زرکشی فرماتے ہیں کہ قیاس مؤید بقول صحابی مقدم ہے اور اس کا تعلق امور خارجیہ کے ذریعہ ترجیحات کے باب سے متعلق ہے، جیسا کہ دو معارض خبروں کو بعض صحابہ کے عمل سے ترجیح دی جاتی ہے اور جب دو قیاسوں میں سے ایک مذکورہ کسی شئی میں دوسرے قیاس پر راجح قرار پائے اور قیاس مرجوح کے ساتھ کسی صحابی کا قول ہو تو اس کی عدم حجیت کا قائل ہونا محل نظر ہے اور

احتمال قابل مذمت۔

ابن صباغ کی بعض اصحاب شافعیؒ سے یہ نقل گذر چکی ہے کہ قیاس ضعیف مؤید بقول صحابی قیاس تو مقدم ہوگا، لہذا یہاں بدرجہ اولی قول صحابی مقدم ہونا چاہئے اور ماوردی کی امام شافعیؒ کی یہ نقل گذر چکی ہے کہ امام شافعیؒ کی رائے جدید یہ ہے کہ قیاس تقریبی قول صحابی کے خوبصورت پیوند کے بعد قیاس تحقیق سے اولی ہے۔

خلاصہ:

ماوردی نے مسلک امام شافعیؒ سے جو یہ قول جدید نقل کیا ہے کہ قیاس مرجوح مؤید بقول صحابی قیاس راجح پر مقدم ہوگا۔ اس میں دو احتمال ہے: (۱) ہوسکتا ہے کہ یہ ان قول الصحابی حجۃ پر تفریع ہو جیسا کہ الرسالۃ الجدیدۃ کے حوالے سے ان کا قول گذر چکا اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اس دوسرے قول پر تفریع ہو جو اصحاب شافعیہ کے یہاں قول جدید کے نام سے مشہور ہے کہ قول صحابی حجت نہیں ہے یہ جو کچھ ذکر کیا گیا کلام ماوردی سے یہی ظاہر ہے قاضی نے ''تقریب'' میں اس ترجمانی کی ہے اور خلاف قیاس ہونا نقل کیا ہے اور یہ ہے کہ کیا قول صحابی قیاس ضعیف کے ساتھ قیاس قوی پر راجح ہوگا، یا دو قیاسوں میں سے قوی پر عمل کرنا راجح پائے گا۔ قاضی نے دوسرے کو ترجیح دیا ہے (الزرکشی: البحر المحیط ۸/۸۲-۸۳)۔

(۸) قول صحابی خلاف قیاس ہو تب بھی حجت ہے اس لئے کہ جب خلاف قیاس ہے تو صحابی اگر خلاف قیاس کوئی مسئلہ ذکر کرتا ہے تو ضرور انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہوگا، اس لئے کہ صرف قیاس سے دین الٰہی میں کوئی حکم لگانا تو باطل ہے لہذا بالیقین صحابی نے سنکر ہی کہا ہوگا، ابن برہان نے ''وجیز'' میں لکھی ہے (علامہ الدہر مختلف علوم وفنو کے حامل ابوالقاسم عبدالواحد بن علی بن برہان العکبری حنفی ہیں انہوں نے علم فقہ وکلام ابوالحسین البصری سے حاصل کیا اور اپنی علم کلام میں اپنی برتری کا لوہا منوایا اور علم فقہ میں اصحاب ترجیحات میں سے ہیں ۴۵۶ھ میں ان کا

وصال ہوااس عمر سے اس سے نہ ہوا (سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۴۴) کہ یہی صریح حق ہے فرماتے ہیں کہ مسائل ابی حنیفہؒ امام شافعیؒ اس پر دلالت کرتے ہیں (الزرکشی: البحر المحیط ۶۴/۸)۔

زرکشی نے قول صحابی کے بارے میں امام شافعیؒ کے منہج کی تحقیق کرتے ہوئے چند اقوال کا ذکر کیا ہے (۱) مطلقاً حجت نہیں ہے اور مجتہدین کے قول کی طرح امام شافعی کا قول جدید یہی ہے۔ ہمارے اصحاب (شافعیہ) میں سے جمہور اصولیین اور معتزلہ کا یہی مذہب ہے۔

امام احمدؒ کا بھی یہی مسلک معلوم ہوتا ہے۔ ابوالخطاب (شیخ ابوالخطاب بن احمد بن حسن الکلوذانی (۴۳۲-۵۱۰ھ) نے اس کو ترجیح دی ہے۔

قاضی عبدالوہاب (ہوابومحمد عبدالوہاب بن علی بن ناصر البغدادی) مالکی کا خیال یہ ہے کہ امام مالکؒ کا اس باب میں جو مسلک ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہی امام مالکؒ کا بھی مسلک ہو کیونکہ انہوں نے وضاحت کے ساتھ یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ (جب کتاب وسنت کسی مسئلہ میں خاموش ہو) تو اجتہاد واجب اور قیاس صحیح کا اتباع لازم ہے۔ پس وہ فرماتے ہیں کہ اختلاف صحابہ باعث توسع نہیں ہے اس کا تعلق خطا وصواب سے ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ قول صحابی حجت شرعیہ ہے قیاس پر مقدم ہے یہی قول قدیم ہے، مالکؒ سے یہی منقول ہے اکثر حنفیہ اسی کے قائل ہیں، صاحب التقویم بزدوی نے ابوسعید البردعی (ہواحمد بن الحسین البزوعی) کا قول نقل کیا ہے کہ ”تقلید صحابہ واجب ہے۔

قیاس ترک کر دیا جائے گا اور اسی پر ہم نے اپنے مشائخ (البحر المحیط للزرکشی ۵۷/۸-۶۱) پایا ہے۔

قول صحابی حجت ہے اس پر تفریع:

قول صحابی کی حجت کے قول پر چند امور مرتب ہوئے ہیں، زرکشی فرماتے ہیں ”اگر ہم قول صحابی کی حجت کو تسلیم کر لیتے ہیں تو لازماً اس سے چند امور مستفاد ہوں گے (۱) تابعی کے لئے

قول صحابی کی مخالفت جائز نہ ہوگی (۲) مستدل کے لئے قول صحابہ سے استدلال اسی طرح درست ہوگا جیسے خبر آحاد اور قیاس سے درست ہوتا ہے۔لیکن یہ درجہ میں اخبار آحاد سے مؤخر ہوگا اور اخبار آحاد کے نہ ہونے اس سے استدلال درست ہوگا، اور کہا قیاس تو قول صحابی پر مقدم کیا جاسکتا؟ ما قبل میں اختلاف گذر چکا ہے!۔

کیا قول صحابی عموم کتاب یا سنت کے لئے مخصص بن سکتی ہے؟ تو ہمارے اصحاب سے اس باب میں دوقول ہے جس کو ماوردی، رویانی شیخ ابواسحاق رافعی وغیرہ نے نقل کیا ہے (الزرکشی: البحرالمحیط ۸/۷۱-۷۶)۔

صحابہ کے مختلف اقوال کے درمیان ترجیح:

اگر حضرات صحابہ کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوگا تو شیخ ابواسحاق فرماتے ہیں کہ صحابہ سے قبل اختلاف کرنے والے دومتعارض حجت کے قائل ہوئے اسی پر امام رافعیؒ نے جزم کیا ہے تو شیخ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ایک قول دوسرے پر کثرت عدد کی بنیاد پر راجح قرار پائے گا۔اگر دونوں طرف تعداد برابر ہو تو ائمہ کے قول کے ذریعہ ایک دوسرے پر مقدم ہوگا۔ایک قول کی طرف اکثر تعداد ہے لیکن دوسرے قول اقل کیساتھ ائمہ اربعہ میں سے کوئی ایک ہے تو دونوں قول متساوی قرار پائیں گے پھر عدد اور ائمہ دونوں اعتبار سے برابر ہیں تو پھر دوصورت ہے۔

(۱) تب بھی دونوں متساوی درجہ کے ہوں گے، (۲) وہ قول راجح قرار پائے گا جو عمر بن یعنی حضرت ابوبکر صدیق یا عمر فاروقؓ کے قول سے مزین ہو، حدیث "**اقتدوا باللذين من بعدی**" (حدیث حسن بشواہدہ، مسند احمد ۵/۳۸۵، وقال الترمذی حدیث حسن غریب ۵/۶۶۸) کی وجہ سے۔

خروج من اختلاف الصحابہ سے متعلق مسالک ائمہ:

ابن فورک فرماتے ہیں: امام شافعی کا قول قدیم کے مطابق مسلک یہ ہے کہ اگر صحابہ

کے قول کو کسی امام نے اختیار کیا ہے تو اس کو لے لیں گے۔اور اگر ائمہ میں سے کسی نے اختیار نہیں کیا ہے تو قول اکثر کو اختیار کریں گے۔اور ہمارے اصحاب شافعیہ نے جو یہ قول نقل کیا جاتا ہے کہ ایک عالم اپنے سے زیادہ علم والے کی تقلید کرے گا یہ ابن سریج شافعی کا قول ہے (امام ابو العباس احمد بن عمر بن سریج البغدادی القاضی الشافعی ولادت ۲۴۳ھ ابتدائی عمر ہی میں حدیث کی سماعت کی سفیان بن عیینہ اور وکیع رحمہما اللہ کے شاگردوں سے جا ملے لہذا حسن بن محمد زعفران تلمیذ رشید امام شافعی سے حدیث کی سماعت کی اور خود ان سے ابوالقاسم الطبرانی اور ابوالولید حسان بن محمد فقیہ نے روایت کی ہے۔

رویانی نے (مشہور حافظ حدیث امام ابوبکر بن ہارون الرویانی صاحب تصانیف کثیرہ ۳۰۷ھ میں وفات پائی، ان کی کتاب البحر کافی ضخیم اور کثیر الفوائد ہے (سیر اعلام النبلاء ۳۶۱/۱۴))البحر کے شروع میں لکھا ہے کہ اگر صحابہ کا دو قول ہو ان میں کوئی امام نظر نہ ہو اور تعداد دونوں طرف برابر ہو تو دونوں قول متساوی قرار پائیں گے۔اور اگر تعداد کم و بیش ہو تو کیا کثرت تعداد سے ایک قول راجح قرار پائے گا؟ قول جدید کے مطابق کثرت عدد معتبر نہیں ہے دلیل کا متقضی یہی ہے اور قول قدیم یہ ہے کہ کثرت عدد کی بنیاد پر ایک قول راجح ہوگا۔جیسا کہ اخبار آحاد میں اختیار کیا جاتا ہے۔اور اگر حضرات صحابہ میں سے کوئی پیشوا اور امام ہیں تو کیا اس قول کو اختیار کرنا اولی ہوگا جس کی طرف کوئی امام اور پیشوا بھی ہو؟ تو اس سلسلہ میں دو قول ہیں (۱) قول قدیم کے اعتبار سے جواب نعم میں ہے جبکہ قول جدید کے اعتبار سے جواب لا کے ساتھ ہے۔

اور اگر عدد مختلف ہو اور امام اقل کے ساتھ ہو تو دونوں قول متساوی قرار پائیں گے دونوں قول کے اعتبار سے اور اگر عدد میں اتفاق ہو لیکن کسی ایک جانب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ہیں تو قول قدیم کے اعتبار سے دو صورت ہوگی۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اقوال دیگر لوگوں پر راجح قرار پائے گا، رافعی فرماتے ہیں کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر حضرت ابوبکر اور عمر کے اقوال میں تعارض ہو جائے تو ابوبکرؓ کا قول

عمرؓ پر راجح ہونا چاہئے۔

ماوردی کا قول ہے ''اگر صحابہ کا اختلاف ہوجائے تو ہم اکثر کے قول کو اختیار کرلیں گے، اگر دونوں پلہ برابر ہوتو ہم اس قول کو اختیار کرلیں گے جس کی طرف خلفاء اربعہ میں سے کوئی ایک ہو اگر خلفاء اربعہ کے قول سے خالی ہوتو پھر عمل ترجیح کریں گے۔

ہمارے اصحاب یعنی شافعیہ میں سے ابن القطان نے لکھا ہے اپنی کتاب میں اختلاف صحابہ کے باب میں امام شافعیؒ کے اقوال مختلف ہیں، حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کے اختلاف کے متعلق ایک جگہ فرماتے ہیں کہ دونوں قول متساوی ہیں، جبکہ دوسری جگہ جو قول جدید کے نام سے موسوم ہے فرماتے ہیں کہ حضرات خلفاء اربعہ کے قول کو اختیار کیا جائے گا، اس لئے کہ ان کے متعلق نص وارد ہے چنانچہ ارشاد محبوب الٰہی ہے: "**عليكم بسنتي وسنة الخلفاء**'' کہ تمہارے لئے لازم ہے کہ میرے طریقے اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو اختیار کرو اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرات خلفاء راشدین کو اہل فتاوی پر ایک ممتاز مقام حاصل ہے اور اسی اصول پر ہم اکثر کے قول کو اختیار کرلیں گے جبکہ حضرات صحابہ کا اختلاف ہوجائے۔

ابن قدامہ نے روضہ میں لکھا ہے صحابہ کے مابین اختلاف کی صورت میں دو قول ہے (ا) مجتہد کہتے بلا دلیل کسی کے قول کو اختیار کرنا جائز نہیں۔ بعض حنفیہ اور متکلمین کا کہنا ہے کہ اگر قائل پر نکیر نہیں کی گئی ہے تو اس کا قول قابل اخذ ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کا یہ اختلاف اس بات پر دلیل ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف کی گنجائش ہے اور دونوں قولوں میں سے کسی کو بھی لیا جاسکتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ قول صحابی کتاب وسنت سے تو بڑھ کر نہیں، کتاب وسنت سے دو دلیل متعارض ہوں تو بدول ترجیح کے علی الاطلاق کسی ایک کو اختیار کرلینا درست نہیں اور دونوں قولوں میں سے کون درست ہے اور کون خطاء اس کا علم تو دلیل ہی سے ہوسکتا ہے، ہاں اختلاف صحابہ سے یہ راہ ضرور ملتی ہے کہ دونوں قولوں میں اجتہاد کی گنجائش ہے،

تاہم بغیر کسی ترجیحی عمل کے کسی ایک کو اختیار کر لینا قطعاً درست نہیں (ابن قدامہ، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر ۱/۱۶۶)۔

زرکشی فرماتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف صحابہ کے باب میں تین قول ہیں (۱) قابل حجت نہیں، بطور دلیل کے معتمد نہیں۔

اختیار ہے حسب منشا کسی کے بھی قول کو اختیار کیا جا سکتا ہے، ابن عبد البر نے قاسم بن محمد اور عمر بن عبد العزیز سے اس کو نقل کیا ہے، بعض نے اس کی نسبت امام ابوحنیفہؒ کی طرف بھی کی ہے۔

(۳) مرجح تلاش کیا جائے گا ''الرسالہ'' میں امام شافعیؒ سے اس کی صراحت موجود ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں جو قول کتاب یا سنت یا اجماع یا قیاس صحیح کے مطابق ہوگا اسے اختیار کر لیں گے، یہی اصح ہے اور جمہور کا قول یہی ہے۔

ابن عبد البر نے استدلال کیا ہے کہ حضرات صحابہ کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ ایک دوسرے کا تخطئہ اور ایک دوسرے کے قول کی طرف رجوع کرتا رہا ہے۔ بوقت اختلاف جو دلیل اس بات پر کہ خود حضرات صحابہ کی نگاہ میں ان کا اختلاف خطاء وصواب کے قبیل سے ہے۔

ابو سعید الاصطخری نے کتاب ادب القضاء میں لکھا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف ہو جائے تو ان کے قول سے باہر نکلنا جائز نہیں کیونکہ حق ان کے تمام اقوال سے باہر ہو یا سب کو خطاء پر محمول کیا جائے یہ دونوں باتیں محال ہیں (اور جو مستلزم ہو محال کو وہ بھی محال لہذا کسی ایک قول کو لینا ضروری) ایک قول یہ ہے کہ ان کے اقوال سے باہر نکلنا درست ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ بغیر دلیل اختیار ہے، انتہی۔ شاید انہوں نے اس مسئلہ کی تفریع قول صحابی کی حجت پر کیا ہے۔

پھر آگے فرماتے ہیں کہ اگر کسی واقعہ میں کسی ایک صحابی سے کوئی قول منقول ہے اور وہ مشہور اور واضح ہے کسی کا اختلاف بھی نہیں تو ایسا قول صحابی بحکم اجماع ہے کیونکہ کسی بھی اور صحابی

کی طرف سے کوئی نقدنہیں ہے صحابہ کا کوئی قول جوان کے درمیان مشہورنہیں کسی کی موافقت اور کسی کا اختلاف منقول نہیں اورنقل کرنے والے ثقہ اور بااعتماد افراد ہیں تو ایسے قول کے بارے میں اختلاف ہے۔ ہمارے شافعیہ کے یہاں اس قول کواختیار کرلیا جائے گا۔اس لئے بالآخر یہ منتج ہوگا۔اس بات کی طرف کہ صدیاں بیت گئیں اورحق گم شدہ ہے۔جبکہ حضرات صحابہ کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کی ہیں اور شرف خطاب سے وہ مشرف ہوئے ہیں تو صورت حال کا شاہد جتنا جانے گا۔ بعدوالا وہاں تک کیونکر پہنچ سکتا ہے۔

ابن عبدالسلام نے فتاوی موصلیہ میں لکھا ہے کسی بھی حکم میں کسی صحابی سے اگر بطریق حجت کے کوئی قول منقول ہوتو اس کی مخالفت جائزنہیں ہے بجزاس کے کہ ان کی دلیل سے زیادہ واضح دلیل مل جائے۔اورمسائل خلافیہ میں مجتہدین پرصحابہ کی تقلید ضروری نہیں ہےاورصحابہ کے دلائل مجتہدین کے دلائل اگر اور واضح ہوں تب تو تقلید جائز بھی نہیں ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالی نے ہم کو دلائل کے اتباع کا حکم دیا ہےاورعوام الناس کہتے ضروری ہے کہ وہ حضرات علماء کی تقلید کریں کیونکہ عوام احکام کے دلائل سے ناواقف ہوتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے کتاب الفقیہ والمتفقہ میں امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر صحابہ سے اختلاف سامنے آئے تو دیکھا جائے گا کہ اس میں قیاس کے مطابق کون ہے بشرطیکہ اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہ ہو(الزرکشی:البحر المحیط ۸/۷۱-۷۶)۔

صحابہ کے اقوال کے اختلاف سے باہر نکلنا:

علائی کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا قول ہے''اگر ہم نے ان ہستیوں کا دیدار کرلیا جو معیار ہیں یا ایسے لوگوں سے نقل کر کے پہنچا ہمارے دیار میں اور وہ قول مجمع علیہ ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کیا ہے اس کا علم نہیں تو ان حضرات کے قول کو اختیار کرلیا جائے گا اور اگر ایک ہی آدمی کا قول ہے لیکن غیر مختلف فیہ ہے تو اس کے قول کو ہم لیں گے۔اور اگر مختلف فیہ ہے تو کسی ایک کے

قول کواختیار کرلیں گے۔اورکسی کے بھی قول کو نہ لیں ایسا نہ کریں گے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: اگر صحابہ کا دو مختلف قول ہوتو میں غور وفکر کرکے اس قول کواختیار کرلوں گا، جو کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ سے زیادہ مشابہ ہواس لئے کہ اس کی ترجیح کا قوی سبب موجود ہے اور اگر کسی بھی قول کی پشت پر میرے بیان کردہ معیار کے مطابق دلیل موجود نہ ہوتو ائمہ یعنی ابوبکر یا عمر یا عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک کے قول کو لے لینا میرے نزدیک اولی ہے، گو وہ مختلف فیہ ہی کیوں نہ ہواس لئے کہ وہ حضرات اہل علم ہونے کے ساتھ ساتھ امیر المؤمنین بھی ہیں۔

پھراس کے بعد فرماتے ہیں: اگر حکام کا اختلاف ہوتو ہم کتاب وسنت سے استدلال کریں گے۔اوراس قول کواختیار کرلیں گے جس پر کتاب وسنت سے دلیل موجود ہو کیوں صحابہ کا اختلاف کتاب وسنت کی دلیل سے کم خالی ہوتا ہے اگر چہ ائمہ راشدین کے اقوال میں صاحب افتاء حضرات صحابہ کا اختلاف بظاہر بغیر دلیل ہو اور اگر عصر حاضر یا پہلے کے حضرات فقہاء کا کسی مسئلہ میں اتفاق ہوتو ہم اس کا اتباع کریں گے۔دلائل اربعہ میں سے ایک کے موجود ہونے کی وجہ سے یعنی کتاب پھر سنت رسول اللہ پھر بعض صحابہ کا قول پھر فقہائے امت کا اتفاق یعنی اجماع ملاحظہ فرمایئے۔حضرات صحابہ کے قول کو اجماع مابعد پر مقدم فرمایا اور اگر کوئی واقعہ پیش آئے اور دلائل اربعہ میں سے کوئی دلیل موجود نہ ہوتو اجتہاد کے علاوہ کوئی چارہ نہیں (العلائی: اجمال الاصابہ ۱/۴۰)۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں (یہ ابن قدامہ روضۃ الناظر کے مصنف ہیں): اگر صحابہ کا کسی مسئلہ میں دوقول ہوتو بغیر دلیل کے کسی ایک کے قول کو مجتہد کے لئے اختیار کرلینا درست نہیں ہے، ہاں بعض حنفیہ اور بعض متکلمین اس کے خلاف کے قائل ہیں، جب تک ان کے قول پر نکیر نہ کی گئی ہواس لئے کہ نکیر کے نہ ہونے کے وقت اختلاف صحابہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں اختلاف کی گنجائش ہے اور دوقولوں میں سے کسی ایک کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔علائی فرماتے ہیں ''اقوال

صحابہ کے مختلف ہونے کے وقت تین قول ہیں قابل حجت نہیں اور کوئی قول معتمد نہیں (۲) کسی بھی قول کو ترجیح کے بغیر لیا جاسکتا ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ عمل ترجیح سے کام لیا جائے گا، یہی اظہر ہے۔

ابن عبدالبر نے قاسم بن محمد اور عمر بن عبدالعزیز اور سفیان سے نقل کیا ہے کہ اختلاف اقوال صحابہ کی صورت میں حضرات مجتہدین کسی کے بھی قول کی طرف رجوع کر سکتے ہیں (العلائی: اجمال الاصابہ ۱/۷۹)۔

نووی کہتے ہیں: ''اگر قول صحابی مختلف ہوتو اس کی تین حالتیں ہیں (۱) اگر غیر صحابی کا بھی اختلاف ہوتو امام شافعیؒ کے قول جدید کے مطابق اس کا حکم وہی ہے جو اور مجتہدین کے اختلاف کا ہے، اور قول قدیم کے مطابق یہ دو متعارض حجتیں ہیں، لہذا اگر ایک جہت کثرت عدد یا خلفاء اربعہ ابوبکر، عمر، عثمان علی رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے بھی قول سے تائید پالے تو اس قول کو راجح قرار دیا جائے گا۔

قول قدیم میں اس کی تصریح موجود ہے جس میں خلفاء اربعہ میں سے حضرت علیؓ کا ذکر نہیں ہے، عندالجمہور حضرت علیؓ بھی ہیں۔

جمہور کے علاوہ جن لوگوں نے حضرت علیؓ کا تذکرہ نہیں کیا ہے ان کے نزدیک وجہ یہ ہے کہ اول الذکر تین حضرات یعنی حضرت ابوبکر، عمر عثمان دار ہجرت مدینہ شریف میں رہے اور صحابہ بکثرت موجود تھے اور وہ فتاوی اور فیصلوں میں ایک دوسرے سے مشورے لیتے تھے جب کہ حضرت علیؓ کوفہ تشریف لے گئے اور صحابہ ان کے دور خلافت میں ایک جگہ نہ رہے (النووی: روضۃ الطالبین ۱۱/۱۴۷، ۱/۱۶۶)۔

رازی شافعی فرماتے ہیں: ''بارگاہ نبوی سے کسی خاص فن میں امتیازی سند کے حامل صحابی کا قول جبکہ قیاس بھی موافق ہو یہ مرجح بن سکتا ہے اگر چہ ہم قول صحابی کی حجیت کے قائل نہ ہو، جیسا کہ آپ ﷺ نے زیدؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''افرضکم زید'' یعنی فرائض کے مسائل کے زیادہ جاننے والے تم میں زید ہیں اور یہ مرجح اس لئے بن سکتا ہے کہ غلبۂ ظن کی اس کی

ساتھ موافقت ہوگی۔ باوجودیکہ ہم محض قول صحابی کی حجیت کے قائل نہیں ہیں (الرازی: البرہان فی اصول الفقہ ۲/۸۳۴)۔

سرخسی کا کہنا ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں، قول قدیم کے مطابق قول صحابی قیاس پر حجت ہوگا۔ اور یہی امام مالکؒ کا قول ہے، اور قول جدید کے اعتبار سے ایک اور دو صحابی کے قول پر عمل کرنے کے اعتبار سے قیاس مقدم ہوگا، جیسا کہ امام کرخی کا یہی مسلک ہے (اصول السرخسی ۲/۱۰۶)۔

(۴) امام احمد بن حنبلؒ کا موقف:

رائے اول: ابن مفلح کے بقول قول صحابی کی حجیت کے بارے میں امام احمدؒ سے دو روایت (ابن مفلح الفروع ۲/۴۵۲) ہے مشہور تر یہ ہے کہ قول صحابی قابل استدلال ہے (ابن مفلح: الفروع ۲/۴۲۶)۔

بھوتی کہتے ہیں: قول صحابی جو خلاف قیاس ہو وہ توقیفی ہے (البھوتی: شرح منتہی الارادات ۳/۲۹۸، کشاف القناع ۱/۱۳۶)۔

نیز فرماتے ہیں قول صحابی امام احمدؒ کے نزدیک حجت ہے بشرطیکہ کسی اور صحابی کا اختلاف نہ ہو (البھوتی: کشاف القناع عن متن الاقناع ۱/۱۳۶)۔

رحیبانی قول ہے قول صحابی خلاف قیاس توفیقی ہے (الرحیبانی: مطالب اولی النہی ۱/۱۵۹، ۶/۹۱، ۴۴۹)۔

امام احمدؒ کے اصول سے ہے، اگر صحابہ کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوجائے تو کتاب وسنت سے قریب تر قول کو اختیار کرلیا جائے گا، اور حضرات صحابہ کے اقوال سے باہر نہیں نکلا جائے گا، اور اگر کتاب وسنت سے کسی بھی قول کی موافقت نہ ہو تو پھر کہا جائے گا۔ اس میں امام احمدؒ سے اختلاف منقول ہے حتمی کوئی قول منقول نہیں ہے (ابن القیم: اعلام الموقعین ۱/۲۶)۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں: اگر کسی مسئلہ میں کوئی اثر یعنی نہ کوئی حدیث مرفوع ہو نہ موقوف تو قول صحابی پر فتوی دیدو اس لئے کہ قول صحابی جبکہ کسی اور کا اس میں اختلاف نہ ہو امام احمدؒ کے نزدیک حجت ہے (الرحیبانی مطالب اولی النہی ۶/۴۴۸)۔

ابن قیم فرماتے ہیں: اکثر علماء بلکہ وہ ہستی جن کی تم تقلید کرتے ہو یعنی امام شافعیؒ سے صراحت سے منقول ہے، کہ اقوال صحابہ حجت ہے اس کا اتباع واجب ہے اور صحابہ کے اقوال سے باہر نکلنا حرام ہے عنقریب اس مسئلہ میں ائمہ کے الفاظ تمہارے سامنے آجائیں گے۔ جس میں امام شافعیؒ کا قول سب سے زیادہ بلیغ ہے اور ہم آگے واضح کریں گے کہ قول صحابی کی حجت کے سلسلہ میں ان کا قول مختلف نہیں ہے جدید قول کے مطابق ان نصوص کا ذکر انشاء اللہ کریں گے، جن حضرات نے اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا دو قول نقل کیا ہے انہوں نے کوئی صریح قول نقل نہیں کیا ہے اور جب قول صحابی حجت ہے تو اسے یقیناً قبول کیا جائے گا اور غیر صحابی کے قول کو قبول کرنا جائز قرار پائے گا۔ قول صحابی کے ہوتے ہوئے اگر کوئی قیاس کا سہارا لے لیتا ہے تو ایسا قیاس جو قول صحابی کے خلاف ہو قیاس فاسد اور باطل ہے (ابن القیم: اعلام الموقعین ۲/۲۶۲)۔

امام احمدؒ کی دوسری رائے:

دوسری رائے یہ ہے کہ قول صحابی مطلقاً حجت نہیں ہے امام احمدؒ سے صراحت کے ساتھ یہ قول منقول نہیں ہے۔ حنابلہ (انکا ترجمہ گذر چکا، طبقات الحنابلہ ۲/۲۵۸) میں سے ابو الخطاب (الزرکشی: البحر المحیط ۸/۵۸) نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

قول صحابی سے متعلق ائمہ کے موقف کا خلاصہ:

اصولیین نے قول صحابی کو مختلف فیہ دلائل میں سے مانا ہے امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور مشہور تر قول کے مطابق امام احمدؒ نے قول صحابی سے استدلال کیا ہے، حضرت امام شافعیؒ قول صحابی

سے استدلال اور عموم استدلال کے بارے میں متردد رہے ہیں بعد میں ان کا مستحکم قول استدلال کا رہا ہے بشرطیکہ قیاس موید ہو۔ یہی محققین شوافع کی تحقیق ہے۔ شوکانی کا مسلک یہ ہے کہ قول صحابی حجت نہیں ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں ''اصول میں یہ بات مقرر ہے کہ قول صحابی حجت نہیں ہے (نیل الاوطار ۲۹/۵) لیکن یہ بات تحقیق سابق کے خلاف ہے۔

کسی مسئلہ میں حضرات صحابہ کا دو یا دو سے زائد قول کا پایا جانا:

زرکشی نے ''الاحکام'' میں آمدی کا قول نقل کیا ہے۔ لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مسائل اجتہادیہ میں ایک صحابی کا مسلک دوسرے مجتہدین صحابہ کے لئے حجت نہیں ہے (الزرکشی: البحر المحیط ۵۳۸/۴)۔

علائی فرماتے ہیں اس اتفاق کی نقل پر مصنفین کی ایک جماعت کا اتفاق ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ بلحاظ ایک دوسرے کے ہے اور بعد والوں کے اعتبار سے جبکہ وہ اختلاف کرلیں تو کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ غیر صحابہ کے اختلاف کے بعد قول صحابی کی حجیت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ ایک کے قول کی تقلید دوسرے سے اولی نہیں ہے اور کبھی قائل اجماع کا سہارا لیتا ہے، لیکن ضعیف ہے کیوں امام شافعی کا قول جدید گزر چکا ہے کہ وہ خلفاء اربعہ میں سے کسی ایک کے قول کو بعد والوں پر راجح قرار دیتے ہیں، اور ایک دوسری جگہ ہے کہ قیاس کے مطابق قول کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ تو بالکل واضح بات ہے، اس لئے ان کے اختلاف کی غایت جبکہ ان سے اختلاف ثابت ہو یہی ہے کہ قیاس کے مطابق ہوگا یا خلاف۔

ایک قول یہ ہے کہ قول صحابی حجت ہونے دو متعارض حدیث کے مانند ہے اور بوقت اختلاف ترجیح مرجحات، متصلہ یا منفصلہ کے ذریعہ دی جاتی ہے، لہذا اس مسئلہ میں بھی ایسا ہے۔

اور بعض حضرات نے اس قول کی نسبت امام ابوحنیفہؒ کی طرف بھی کی ہے، چنانچہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے جس کا ثبوت موجود ہو وہ تو سر آنکھوں پر اور حضرات صحابہ کے درمیان

اگر اختلاف ہو جائے تو انہیں کے اقوال میں سے کسی قول کو چن لیں گے اور بات جب تابعین تک پہنچ جائے تو ہم بھی رجال ہیں اور وہ بھی رجال ہیں، "تخیرنا من أقوالھم" کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صحابہ کے اس قول کو اختیار کرلیں گے، جو دلیل سے راجح ہو جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول گذر چکا ہے۔

شیخ ابواسحاق الشیرازی شرح لمع میں لکھتے ہیں (اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبداللہ الشیرازی فیروآبادیؒ شہر شیراز کے موضع فیروزآباد نسبت کرکے فیروزآبادی کہلاتے ہیں، ۳۹۳ھ میں پیدا ہوئے فارس میں ابوالفرج بن البیضاوی کی خدمت میں رہ کر فقہ میں مہارت حاصل کیا۔ اور بصرہ میں امام جوزیؒ سے علم فقہ حاصل کیا پھر ۴۱۵ھ میں بغداد پہنچے (النووی، المجموع شرح المہذب ۲۴/۱)۔ اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کا قول ہو اور ہم اگر اس بات کے قائل ہوں کہ قول صحابی حجت نہیں ہے تو ایک قول دوسرے پر حجت نہ ہوگا۔ اور کسی بھی فریق کے لئے دوسرے کی تقلید درست نہ ہوگی۔ اور اگر ہم قول صحابی کی حجت کے قائل ہوں تو یہ دو متعارض حجتیں ہوں گی اور ایک قول کثرت عدد کی بنیاد پر راجح قرار پائے گا۔ جبکہ ایک قول کی طرف اکثر صحابہ ہوں اور دوسرے کی طرف اقل۔ اور اگر دونوں طرف تعداد برابر ہو تو اس قول کو ترجیح دی جائے گی۔ جو حضرات ائمہ یعنی خلفاء راشدین کے قول سے موید ہو کیونکہ فرمان نبوی ہے، "علیکم بسنتی الخ"، یعنی میرے طریقے کو اختیار کرو اور میرے بعد خلفاء راشدین کا اسوہ اپناؤ (العلائی: اجمال الاصابہ ۸۰/۱)۔

صحابہ کے دو قولوں میں سے ایک قول کی پشت پر اکثر صحابہ ہیں اور دوسرے کی طرف اقل لیکن امام المسلمین اقل کا موید ہے تو بھی یہ دونوں مساوی درجہ کے قرار پائیں گے تاہم اگر دونوں قول تعداد اور ائمہ کی تائید میں یکساں ہیں لیکن ایک قول کو شیخین یعنی حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ میں سے کسی ایک کی تائید حاصل ہے تو پھر کیا ہوگا؟ اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس وقت بھی دونوں کو مساوی قرار دیا جائے گا۔ حدیث "أصحابی کالنجوم" کی وجہ سے (یہ

حدیث موضوع ہے،لسان المیز ان ۲/۱۱۸)(یہ دلیل معتبر نہیں اس لئے کہ حدیث موضوع ہے)، دوسرا قول یہ ہے کہ اس قول کو راجح قرار دیا جائے گا، جس کو شیخین میں سے کسی ایک کی تائید حاصل ہوجائے، حدیث ''اقتدوا باللذین من بعدی'' کی وجہ سے (العلائی: اجمال الاصابہ ۱/۷۸)۔

احادیث کے اختلاف اوراقوال صحابہ کے اختلاف کے درمیان فرق ہے:

اقوال صحابہ کے اختلافات کی حیثیت کچھ اور ہے اوراحادیث کے اختلاف کی حیثیت کچھ اور ہے۔دیکھو اگر حدیث میں اختلاف ہو تو مطلق کو مقید کرلیا جائے گا۔عام میں تخصیص کرلی جائے گی۔اور جائز تاویلات کے ذریعہ اختلاف کو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔اس لئے کہ احادیث کا صدور ایک ہستی سے ہوا ہے اور وہ بھی معصوم ہے، لہذا من کل الوجوہ اختلاف ہو اس کی گنجائش ہی کہاں ہے؟

لہذا امکان پھر تطبیق بین الاحادیث کی سعی کی جائے گی، اور عدم تطبیق کی صورت میں حدیث ثانی کو اول کے لئے ناسخ قرار دیا جائے گا۔اور صحابہ کے اقوال کا اختلاف چونکہ احادیث کے اختلاف جیسا نہیں ہے، اس لئے کہ ان کے مقاصد مختلف ہیں، پھر ایک سے صدور نہیں ہے، لہذا دونوں میں فرق ہونا فطری اور بدیہی ہے (الزرکشی: اجمال الاصابہ ۱/۷۸)۔

مادون النفس میں عورت کی دیت کے بارے میں کیا تیسرے قول کی گنجائش ہے؟

علامہ تفتازانی شافعیؒ کا قول ہے، کسی مسئلہ میں حضرات صحابہ کا دو قول پایا جانا ہمارے یعنی شوافع کے یہاں قول ثابت کی نفی پر اجماع کی شان رکھتا ہے۔بعض مشائخ شوافع کے یہاں غیر صحابہ کا بھی یہی حکم ہے۔جبکہ بعض مشائخ نے صرف یہ حضرات صحابہ کی خصوصیت بتلائی ہے (التفتازانی: شرح التلویح علی التوضیح ۲/۸۶)۔

ابو سعید اصطخری شافعی نے کتاب ادب القاضی میں ارقام فرماتے ہیں، اگر صحابہ کے

درمیان اختلاف ہو تو بعد والوں کہتے ان کے اقوال سے خروج درست نہیں، اس لئے کہ دو صورت ہے (۱) قول صحیح ان کے اقوال کے علاوہ ہو، (۲) سب کا قول خطا پر مشتمل ہو، اور یہ دونوں محال ہے۔

(معلوم ہوا کہ کسی ایک قول کو اخذ کرنا لازم ہے مترجم) ایک قول یہ ہے کہ ان کے اقوال سے خروج درست ہے۔ جبکہ ایک قول یہ بھی بلا دلیل کسی ایک قول کو اختیار کر لیا جائے گا (الزرکشی: البحر المحیط ۱/۶۵)۔

علامہ زرکشی کے ذکر کے مطابق امام شافعیؒ سے صراحت کے ساتھ یہ منقول ہے کہ حضرات صحابہ کے اقوال کے خلاف فتوی دینا حرام ہے ان کے فتاوی کا اتباع واجب ہے ان کے تمام اقوال سے خروج درست نہیں، اور حضرات ائمہ کا اس پر اتفاق ہے۔ حسن بصری اور ایک جماعت کا قول ہے کہ ''عورت اور مرد کی دیت برابر ہے نصف میں اور نصف کے بعد عورت کی دیت مرد کی نصف ہو گی (ابن ابی شیبہ: المصنف ۲/۶۸، ابن قدامہ المغنی ۸/۳۱۵)۔

لیکن اس رائے کو فقہی مکاتب فکر نے قبول نہیں کیا ہے۔

قول صحابی کا حکم جبکہ وہ خلاف قیاس ہو:

ابن قشیری فرماتے ہیں (ہبۃ الرحمٰن عبد الواحد ابن القشیری کنیت ابو الاسعد خطیب نیساپور وفات ۵۴۶ھ (سیر اعلام النبلاء ۲۳، ۲۴۳)، امام یعنی امام الحرمین الجوینی فرماتے ہیں کہ قول صحابی غیر مدرک بالقیاس اور تقدیرات شرعیہ میں حجت ہے۔ اس لئے کہ قیاس جلی کے خلاف صحابی بغیر ثبوت کے تکلم کر ہی نہیں سکتا۔ لیکن قاضی یعنی عبد الجبار المعتزلی نے امام الحرمین کے اس قول کا شدت سے انکار کیا ہے، ان کے یہاں ایسا قول بھی محل اجتہاد بن سکتا ہے۔ کبھی وہ کہتا ہے کہ صحابی معصوم تو نہیں ہے لہذا زلت کا امکان ہے (الزرکشی: البحر المحیط ۶/۲۹۵)۔

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں: اگر یہ سوال کیا جائے کہ خلاف قیاس صحابی کے قول کا کیا

حکم ہے؟ تو اس کے جواب میں دو فریق کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ ایک فریق کا کہنا ہے کہ قول صحابی حجت نہیں لیکن ان کا بھی دو قول ماننا پڑے گا (۱) اولی یہ ہے کہ وہ حجت نہ ہو اس لئے کہ یہ حجت شرعیہ کے خلاف ہے لہذا فی نفسہ حجت نہ ہوگا، (۲) دوسرا قول یہ ہے کہ حجت مانا جائے اور غیر مدرک بالقیاس قول صحابی کو قول توقیفی قرار دیا جائے اور مرسل حدیث کے درجہ میں قرار دے کر قابل عمل قرار پائے۔ اور دوسرا فریق جو اس کو حجت مانتا ہے ان کا بھی دو قول ہو، (۱) ایک قول یہ ہے کہ وہ حجت ہے اگر چہ خلاف قیاس ہو بلکہ اس کو قیاس پر مقدم کیا جائے گا اور یہ بمنزلہ نص ہوگا۔

اور نص قیاس پر مقدم ہوئی ہے، ان کے نزدیک دلائل شرعیہ کی ترتیب اس طرح ہوگی، قرآن سنت پھر قول صحابہ پھر قیاس جبکہ دوسرا قول یہ ہے کہ حجت نہیں حجت شرعیہ قیاس کے خلاف ہونے کی وجہ سے کیونکر وہ حجت اسی وقت بن سکتا ہے جبکہ اس کا معارض موجود نہ ہو، اور یہاں قیاس معارض موجود ہے، تاہم فریق اول کا قول توت الی الصواب ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ قول صحابی اس معارض دلیل یعنی قیاس سے اقوی ہے۔

اس کے متعدد وجوہ ہیں، اور ضابطہ ہے کہ اقوی دلیل کا اختیار کرنا متعین ہے (اعلام الموقعین ۴/۹۳-۹۴)۔ زرکشی نے ماوردی کا قول امام شافعیؒ کے بارے میں یہ ذکر کیا ہے کہ امام شافعیؒ کی رائے جدید کے مطابق قیاس تقریبی قیاس تحقیقی سے اولی ہے بشرطیکہ قول صحابی سے اس کی تائید ہو (الزرکشی: البحر المحیط ۸/۸۲)۔

جان سے کم میں عورت کی دیت کتنی ہوگی اس میں اختلاف ہے:

ماسواء نفس میں عورت کی دیت کے بارے میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کی بنیاد اس سلسلہ میں صحابہ کے قول کا اختلاف ہے اور اس میں فقط دو رائیں ہیں اور انہیں دو رائے کے مطابق فقہی مکاتب فکر نے اپنے اپنے اصول کے مطابق عمل کیا ہے، لہذا باحث محقق کے لئے ضروری ہے کہ ان فقہی مکاتب فکر صحابی کے متعلق کیا موقف ہے، اس کی تحدید و تعیین کرے۔

یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ عورت کی دیت جان میں نصف ہوگی، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ماسواءِ نفس میں جن اعضاء کی دیت پوری ہوتی ہے، اس میں تنصیف ہو جبکہ شرائط پائی جائیں اور وہ یہ ہے کہ اعضاء کی دیت تہائی سے متجاوز نہ ہو اور اگر اعضاء کی دیت تہائی سے متجاوز ہو تب عورت کی دیت مرد کے برابر ہوگی۔ اور اگر نصف / تہائی سے متجاوز ہو تو پھر نصف کی طرف عود کرے گی۔ یہ مسلک مالکیہ اور حنابلہ کا ہے۔ حنفیہ اور شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ عورت کی دیت جان سے کم اطراف نفس میں بھی نصف ہی ہوگی۔ جیسا کہ جب تہائی سے زیادہ ہو تب بھی نصف ہی ہوگی۔ پس تہائی کی بھی تنصیف کر لی جائے گی۔ اور تہائی سے کم کی بھی (الفتاوی الہندیہ ۲۴/۶، والکیسانی: بدائع الصنائع ۳۱۰/۷)، اور فقہی مکاتب فکر کے درمیان اس اختلاف کی بنیاد حضرت عمر بن الخطابؓ اور زید بن ثابتؓ کے قول کا مختلف ہونا ہے۔

ایک جہت سے اور ان دونوں حضرات کا ایک دوسرے پہلو سے علی بن ابی طالبؓ کے قول سے مختلف ہوتا ہے (البیہقی: السنن الکبری ۵۸/۸)۔ اور اگر یہ حدیث صحیح مان لیا جائے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے تب تو یہ دونوں رایوں کے درمیان قول فیصل کا کام دے سکتی تھی۔ لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اور زید بن ثابت کا قول قیاس صریح کے خلاف ہے، اور قول صحابی جب خلاف قیاس ہو تو اصولیین کے نزدیک یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اس قول کی بنیاد کسی حدیث مرفوع پر ہے گو وہ حدیث ہمارے علم میں نہ ہو اس اعتبار سے دیکھا جائے تو قول صحابی جو خلاف قیاس ہو اس کے قبول کر لینے کا داعیہ موجود ہے بالخصوص جبکہ وہ قول ایسے حکم کو متضمن ہو جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو جیسا کہ زید بن ثابتؓ کے قول کی یہی شان ہے، اور اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ وہ قول قیاس کے خلاف ہے جبکہ قیاس مذاہب اربعہ (ابو حامد غزالی کے ارشاد کے مطابق خلاف قیاس قول صحابی کی پیروی کی جائے گی ہمارے یعنی شوافع کے نزدیک (المنخول ۳۷۶/۱) علائی فرماتے ہیں قول صحابی کی حجیت کے قائلین نے خلاف قیاس ہونے کی صورت میں اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس وقت وہ قول توقیفی ہوگا۔ عقل ورائے کہ اس میں قطعاً گنجائش

نہیں اور اگر اس میں عقل ورائے کی گنجائش ہے لیکن صحابی نے قیاس کو چھوڑ کر ایک قول اختیار کیا ہے تو وہ دلیل ہے کہ اس مسئلہ میں ضرور کوئی حدیث موجود ہے کیونکہ صحابی رسول اور دین میں بلا دلیل خواہش سے کوئی بات کہی محال ہے محال ہے، لہذا قول صحابی کی تقلید ضرور کی جائے گی، البتہ اگر دو صحابی کے قول میں تعارض ہو جائے تب عمل ترجیح کی ضرورت پڑے گی جیسا کہ آگے آرہا ہے (اجمال الاصابہ: ۱۷) میں ایک دلیل شرعی کی حیثیت رکھتا ہے تو یہ متقاضی ہے کہ اس کو رد کر دیا جائے، قیاس کے دلیل شرعی ماننے میں ظاہریہ اور جعفریہ کا اختلاف ہے، لہذا یہ کہنا کہ زید بن ثابت کی رائے حدیث مرفوع کے حکم میں ہے قول ضعیف قرار پائے گا، اور اگر یہ صحیح مان لیا جائے کہ خلاف قیاس قول صحابی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے تب تو دلیل سنت سے موجود ہوگی۔ اور حضرات صحابہ کے درمیان اختلاف بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ لیکن حضرت علیؓ اور ان کے متبعین نے اختلاف کیا ہے اور یقیناً یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کو اس کا علم نہ رہا ہو کہ ایسے قول کا حکم حدیث مرفوع کا حکم ہوتا ہے اگر تابعین میں سے کسی کو اور اس پر اگر تنبیہ ہوا تو بعد والے متنبہ ہوئے۔

اور صورت مسئلہ کی مکمل وضاحت عورت کی انگلیوں کی دیت سے ہوئی ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی انگلیوں کی دیت دس اونٹ ہے، لہذا اگر عورت کی تین انگلی کاٹ دی جائے، تو اس کی دیت تیس اونٹ ہے، لیکن اگر چوتھی انگلی بھی کاٹ دی جائے تو چالیس اونٹ نہ ہوگی کیونکہ یہ تہائی دیت سے متجاوز ہو جائے گی۔ اور یہ منقول ہے سعید بن المسیبؒ سے اور ربیعۃ الرای نے جب سعید بن المسیب پر نکیر کیا تب تو عورت کا زخم بڑھ گیا۔ اور اس کی مصیبت سخت ہوگی کم عقلی کے باوجود تو حضرت سعیدؒ نے جواب دیا کہ یہی سنت ہے (عبدالعزیز بخاری فرماتے ہیں کہ اصحاف شافعیؒ نے سنت کی تعریف کیا ہے کہ سنت وہ نفل ہے جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے مداومت فرمائی ہو لہذا وہ نفل جس پر حضرات صحابہ نے مدام اختیار کیا اسے سنت نہیں کیا جائے گا یہ ان کے اصول کے اعتبار سے درست ہے، کیونکہ وہ اقوال صحابہ کی حجیت کے قائل نہیں ہیں تو

افعال صحابہ کو بھی سنت نہیں قرار دیتے اور ہمارے نزدیک اقوال صحابہ حجت ہیں لہذا افعال صحابہ بھی حجت ہوں گے، اس لئے کہ طریق صحابہ کے احیاء کے ہم مامور ہیں۔ لفظ سنت اگر مطلقاً بولا جائے تو کیا وہ سنت رسول پر محمول ہوگا، یا غیر کا بھی احتمال رکھے گا؟ متقدمین حضرات احناف، اصحاب شافعی اور جمہور اصحاب حدیث کے نزدیک سنت رسول پر محمول کیا جائے گا۔ متاخرین میں صاحب میزان کا یہی مسلک ہے۔ احناف میں سے شیخ ابوالحسن کرخی اور شوافع میں سے ابوبکر صیرفی کے نزدیک سنت رسول پر محمول کرنا ضروری نہیں ہے الا یہ کہ کوئی دلیل سنت پر محمول کرنے کی متقاضی ہو تو یہ الگ بات ہے۔ یہی مسلک قاضی امام ابوزید شیخ مصنف اور شمس الائمہ اوران حضرات فقہاء کا ہے جو متاخرین میں سے ان کے مقلد ہیں، اور سلف لفظ سنت بول کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا طریقہ لیا کرتے تھے لیکن جب صورت حال یہ ہے تو لفظ سنت کے اطلاق سے بلد دلیل اسوہ نبی کہتے مراد لیا جاسکتا ہے۔ بہرحال اس مسئلہ میں دو فریق ہیں، فریق اول کا مستدل یہ ہے کہ رسول وہ مقتدی اور پیشوا علی الاطلاق ہوتا ہے لہذا سنت جب مطلق بولا جائے تو سنت رسول ہی مراد ہوگا۔ جیسے اگر کہا جائے کہ یہ فعل طاعت ہے تو اللہ اور رسول ہی کی طاعت مراد ہوگی، ہاں، غیر رسول کی طرف نسبت ممنوع نہیں ہے، مجازاً نسبت کی جاسکتی ہے اور کی جاتی ہے اور ہمارے کہنے کا منشا یہ ہے کہ مطلقاً لفظ سنت بول کر غیر رسول کی سنت کا مفہوم نہ نکالا جائے، میزان اور معتمد میں ایسا ہی ہے، اور فقہاء کا یہ کہنا کہ مطلق کی تقیید درست نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ تقیید تو ہوتی ہے یا تو سنت رسول سے ہوگی یا سنت غیر رسول سے لہذا رسول سے مقید کرنا اولی ہوگا) اور ابن قدامہ نے حضرت سعیدؒ کا تعاقب کیا ہے کہ سنت میں وہ موجود نہیں ہے۔

حضرت سعید بن المسیبؒ کے قول ''انها السنة'' مذکورہ اصول کے مطابق سنت رسول مراد ہونا چاہئے اور یہ مراسیل سعید میں سے ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک مراسیل سعید حجت ہیں۔ لہذا یہ بمنزلہ حدیث سند کے ہوا اور قابل عمل ٹھہرا۔ لیکن ربیعۃ الرائے نے جو صورت مسئلہ ذکر کیا کہ تین انگلی کے قطع پر تیس اونٹ واجب ہوتے ہیں، تو چوتھی انگلی کے کاٹنے میں دس اور

واجب ہونا چاہئے۔لیکن صورت تو یہ ہے کہ دس ساقط ہورہا ہے، حالانکہ قطع موجب نہ کہ سقط یہ تو محالات کے قبیل سے ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت سعیدؒ کا قول انہا السنۃ بہرحال محتمل ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ خود ان کی سنت مراد ہو، اور یہ بھی امکان ہے کہ صحابہ کی سنت مراد ہو، اس لئے کہ دین میں غور وفکر کسی حکم کو ثابت کرنے کے لئے ہوتا ہے یا کسی طریقہ حسن کے استنباط کے لئے۔ دوسرے پر بھی سنت کا اطلاق ہوتا ہے، کہا جاتا ہے سنت العمرین جیسا کہ ہم ذکر کر چکے پھر کبار صحابہ مثل حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے اس کے خلاف فتوی دیا ہے۔ مبسوط میں اس کو نادر روایات کے زمرہ میں شامل کیا ہے۔ سنت علی الاطلاق سنت رسول پر محمول ہوئی ہے، لیکن جب لفظ سنت میں احتمال غیر سنت رسول کا بھی ہے تو اسے مستدل کیونکر بنایا جاسکتا ہے ہمارے مشائخ میں سے جن لوگوں نے مطلق سنت کو سنت رسول پر محمول کیا ہے، وہ حضرت سعیدؓ کے قول انہا السنۃ کا جواب دیتے ہیں کہ سنت بول کر سنت رسول جب مراد لیا جائے گا جبکہ غیر رسول کی سنت مراد لینے پر قرینہ موجود نہ ہو۔ اور یہاں قرینہ موجود ہے، کیونکہ اہل نقل نے اس کی تخریج زید بن ثابت سے کی ہے۔ عبدالقادر بغدادی ائمہ حدیث میں سے ہیں انہوں نے ایسا ہی کیا ہے، اور مبسوط میں بھی اشارہ موجود ہے، کہا جاتا ہے کہ قول سعید انہا السنۃ سے سنت زید مراد ہے (کشف الاسرار شرح اصول البزدوی ۳۰۸/۲-۳۱۱)۔

ابن حزم فرماتے ہیں: اگر صحابی فرمائے السنۃ کذا وأمرنا بکذا تو اسناد اور دلیل قطعی نہیں ہے کہ اس کا ثبوت آپ ﷺ سے ہو۔ اس کا کوئی قائل نہیں اور بعض حضرات نے تو یہ تک کہہ دیا ہے کہ السنۃ سے مراد خود ان کی سنت ہوسکتی ہے جو مجتہد فیہ ہو اور غیر کو بھی اجتہاد کی گنجائش ہو بشرطیکہ شرائط اجتہاد پائی جائیں (ابن حزم: احکام فی اصول الاحکام ۲۰۲/۲)۔

امام شافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) پھر ابن عبدالبر (ابن عبدالبر: الاستذکار ۶۸/۴) (المتوفی ۴۹۳ھ) اور ابن قدامہ بہت پہلے یہ قول اختیار کر چکے ہیں، اور کئی صدیوں کے بعد شوکانی (الشوکانی: نیل الاوطار ۲۲۵/۷) نے یہی بات کہی تو کیا توارد ہے؟

اور سعید بن المسیبؒ کا یہ کہنا کہ یہی سنت ہے، یہ حدیث "**عقل المرأة مثل عقل الرجل حتى يبلغ الثلث**" کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہوگی، تا آنکہ وہ تہائی کو پہنچ جائے کی تفسیر بھی ہوسکتی ہے۔ یہ جب ہے کہ حدیث کی صحت پایہ ثبوت کو پہنچ جائے۔ اور ابن قدامہ کا تعاقب بتا رہا ہے کہ انہوں نے اس تفسیر کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ انہوں نے نفس حدیث کا انکار کر دیا ہو اس لئے کہ حدیث ان کے نزدیک معتمد ہے (ابن قدامہ: المغنی ۷/۷۹۸)۔

اور ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ سعید بن المسیبؒ کا یہ کہنا کہ یہی سنت ہے دلالت کر رہا ہے کہ یہ مرسل ہے (ابن عبد البر: الاستیعاب ۸/۵۶۰)۔

امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ حضرت امام مالکؒ ذکر فرماتے تھے کہ یہ سنت ہے (ابن حجر فرماتے ہیں کہ سعید بن المسیب کی حدیث کی تخریج بیہقی نے بھی کی ہے۔ اور من السنۃ کا قول تسلیم کر لیا جائے جو مرفوع ہونے پر دلالت کر رہا ہے تو اس کو مرسل ماننا پڑے گا، اور امام شافعیؒ سے بیہقی کی تخریج کے مطابق سعید بن المسیب کے قول من السنۃ کا یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ حضورﷺ سے ثابت ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ عام صحابہ سے اس کا ثبوت ہو۔ پھر آگے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہم اس کا یہی مطلب بیان کرتے تھے پھر میں نے توقف کیا اور اللہ تعالی سے دعا کرتا رہا کیونکہ قائلین سنت کو میں ضرور پاتا تھا لیکن لفظ سنت سے سنت نبوی مراد ہے اس کی تطبیق مشکل تھی۔ قیاس کے اولی ہونے کی وجہ سے (ابن حجر: تلخیص الحبیر ۴/۲۵، اور ابن السمعانی کے اطلاق کے مطابق راوی کا قول من سنۃ کذا امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق حجت ہے، پھر اگر راوی صحابی ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور تابعی ہونے کی صورت میں اس کی دیت مرسل ہوگی۔ اور اس کا حکم مراسیل جیسا ہوگا۔ قاضی ابو الطیب نے کنایہ کی شرح میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور سعید بن المسیب کا مرسل حجت ہے اور ان کے علاوہ کے مراسیل عند الشافعیؒ حجت نہیں۔ باب صلوۃ الجمعۃ والعیدین میں ان کی تعلیقات کے سلسلہ میں دو صورت ہے۔ صحیح اور مشہور یہ ہے کہ وہ

بعض صحابہ پر موقوف ہے دوسری صورت یہ ہے کہ وہ موقوف اور مرسل ہے بعض شراح لمع کا کہنا ہے کہ اگر اس کا قائل صحابی رسول ہے تب تو حجت ہے اور اگر نا بھی ہے لیکن وہ سعید بن المسیب کے علاوہ کوئی اور ہے تو حجت نہیں ہے ہاں اگر سعید بن المسیب ہیں تو مذہب شافعی کے مطابق حجت ہے ابن صباغ نے العدۃ مطلقاً میں ایسا ہی نقل کیا ہے ابن عبدالبر نے ''التقص'' میں لکھا ہے کہ اگر صحابی لفظ سنت کا اطلاق کرے تو سنت سے مراد سنت رسول ہوگی اور ایسے ہی جب غیر صحابی نقل کرے تو بھی الا کہ یوں سنت عمر بن وغیرہ)۔

اوران میں ان کی پیروی کرنا تھا۔لیکن دغدغہ تھا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ امام مالکؒ کی مراد سنت سے سنت مدینہ ہے تب میں نے رجوع کرلیا(البیہقی :السنن الکبری ۵۶/۸)۔

(محقق کہتا ہے کہ یہاں قائل چوں کہ سعید بن المسیبؒ ہیں، لہذا اصول شافعیہ کے اعتبار سے ان کے قول کو اختیار کرنا لازم ہونا چاہئے، لیکن امام شافعیؒ نے مراد سعید بن المسیبؒ میں کئی طرح سے غور وفکر کے بعد حضرت علیؓ کے قول کولیا جیسا کہ خلفاء راشدین میں سے کسی کا قول جو قیاس صریح کے ساتھ مقرون ہے گذر چکا)۔

بیہقی فرماتے ہیں: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سعید بن المسیبؒ نے جب بھی السنہ کہا تو ممکن ہے کہ سنت نبی مراد ہو یا عام صحابہ کا طریقہ لیکن زید بن ثابت نے جو بات کہی ہے اس میں رائے کی کوئی گنجائش نہیں اور اگر سعید بن المسیب السنہ فرمائیں اور وہ خلاف عقل وقیاس ہو تو وہ بھی رائے سے بالاتر شئی ہوگی۔لہذا ہم تو اسی کا اتباع کریں گے جو ہمارے علم کے مطابق ہو واللہ اعلم بالصواب اور ہم بھی یہی مطلب مراد لیا کرتے تھے پھر میں نے توقف کیا (ابن حجر: تلخیص الحبیر ۲۵/۴)۔اللہ تعالی سے خیر کی طلب کرتا رہا، کیونکہ قائلین سنت اور نفاذ سنت عنی النبی ﷺ میں تطبیق نہیں کر پاتا تھا۔جبکہ قیاس اس مسئلہ میں اولی تھا۔اور حضرت علیؓ سے اس کا ثبوت جس طریق سے پایا جاتا ہے زید بن ثابتؓ سے نہیں، بیہقی فرماتے ہیں: حضرت معاذ بن جبلؓ کے حوالہ سے آپ ﷺ سے جو روایت کیا جاتا ہے وہ ایسی اسناد کے ساتھ ہے جو ثابت نہیں (البیہقی: السنن الکبری

۹۶/۸)۔

اور جب نبی ﷺ سے سنت کا ثبوت نہیں ہے تو پھر ثلث کی تحدید اور اس سے متجاوز ہونے کی صوت میں عورت کی دیت کی تنصیف یہ حضرت زید بن ثابتؓ کی رائے تو ہوسکتی ہے نہ کہ حدیث یعنی "**عقل المرأة مثل عقل الرجل حتى يبلغ الثلث من ديتها**"، اور اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو یہ دلیل بن سکتی ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نفس اور اطراف نفس دونوں میں مختلف ہوگی نہ کہ یکساں۔

اس لئے کہ ثلث سے زائد کی تنصیف پر عورت کی دیت کی تنصیف ہوگی لہذا حدیث اس اجماع کی سند بن جائے گی کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوگی۔ کیونکہ ثلث کی قید لگانے کا مقصد تنصیف کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے۔

اور امام مالکؒ نے اس گتھی کو اس طرح سلجھایا ہے کہ ثلث دیت تک تو برابری ہے پھر عورت کی دیت مرد کی دیت کی آدھی ہوگی (ابن عبدالبر: الاستذکار ۶۴/۸)۔

اور شوکانی نے ربیعۃ الرای کے اشکال کو اس طرح حل کرنا چاہا ہے کہ ان کے نزدیک اولاً تہائی کی تکمیل انگشت رابع کی دیت سے کی جائے گی اور ثلث سے زائد کی تنصیف کی جائے گی۔ جبکہ شوکانی پوری انگشت رابع کی دیت کی تنصیف کے قائل ہیں (میں کہتا ہوں ابن عبرالبران سے پہلے یہ بات کہہ چکے ہیں) (ابن عبدالبر فرماتے ہیں: اس میں وجہ یہ ہے کہ حضرت سعید نے مرد کی دیت سے ثلث تک پہنچنے کے بعد جو نصف کرنے کی بات کی ہے اس کا تعلق پورے ارش سے ہے نہ کہ ثلث کی مقدار زائد سے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مثال کے طور پر اگر عورت کی انگشت رابع کی دیت ۵/اونٹ ہوئی اس لئے کہ ثلث سے زائد ہے اور تین انگلیوں میں تنصیف کا فیصلہ نہ ہوتا لہذا عورت کی ۴/انگلیوں کے قطع ہونے کی صورت میں ۳۵/اونٹ واجب ہوتا اور اشکال وارد نہ ہوتا (الاستذکار ۶۴/۸)، اور صحیح یہ ہے کہ ثلث سے زائد ہی کی تنصیف ہوگی، جس کی مقدار ۶، اونٹ اور ۲/۳ اونٹ بنے گی۔ لہذا عورت کی دیت ۳۳/اونٹ اور ۱/۳ اونٹ قرار پائے گی (عبد

الکریم زیدان: المفصل فی احکام المرأۃ ۴۳۸/۵)، اوراس کا مطلب یہ نکلا کہ تنصیف صرف سدس سے آگے جائے گی (۱ر۳کم ۱۷/۱ اونٹ) جس سے ثلث کی تکمیل ہوجائے تاکہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہوجائے (یعنی پچاس اونٹ)۔

اور زید بن ثابتؓ کے قول کو تابعین اوران کے بعد اکابرین امت میں سے سعید بن المسیب، عروہ، ابن شہاب الزہری اس کے بعد امام مالکؒ اوران کے مقلدین اور لیث بن سعد پھر امام احمد اوران کے پیروؤں نے اختیار کیا ہے اور یہی مسلک عمر بن عبدالعزیز، حضرت عطاء، قتادہ کا ہے اور یہی آپ ﷺ سے عمرو بن شعیب اور عکرمہ سے مرسلاً روایت کیا گیا ہے۔ لیکن حدیث صحیح نہیں ہے، اور ایک محقق کے لئے یہ بات واضح ہے کہ یہ حکم حضرات صحابہ کے درمیان عام تھا۔ اوراس کے مطابق حضرت عمرؓ نے عمل کیا۔ پھر آپ نے اس قول سے عدول فرمایا۔ اور دانت اور موضحہ میں مردوں اور عورتوں کے جراحات میں مساوات کے قائل ہوئے۔ اوراس کے ماسواء میں تنصیف کو اختیار فرمایا۔ اور قاضی کوفہ حضرت شریح نے اس کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ لیکن صحیح طریق سے مرفوعاً کسی نے بھی نہیں ذکر کیا۔ اور امام شافعیؒ نے تو امام مالکؒ کے اس قول کو انہا السنۃ کہ یہی سنت ہے یہ سمجھ کر سنت نبی ہے اختیار فرمایا۔ اس لئے کہ اہل علم کے نزدیک اس طرح کی عبارت میں ضابطہ یہی ہے پھر بعد میں جب ان کے علم میں یہ بات آئی کہ سنت سے سنت اہل مدینہ مراد ہے تو انہوں نے زید بن ثابت اور سعید بن المسیب کے قول کو چھوڑ کر حضرت علیؓ اور ان کے پیروؤں کے قول کو اختیار کرلیا۔ اور امام شافعیؒ کے اصول سے یہی میل بھی کھاتا ہے کہ قول صحابی حجت ہے جبکہ قیاس موید ہو جیسا کہ ان کی یہی آخری قول ہے۔

نووی نے جو ''تقریب'' میں کہا ہے (النووی: مؤلف کتاب التقریب) اس سے بھی استشہاد کیا جاسکتا ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں: ''امام شافعیؒ کا قول جدید اور آخری قول امام مزنی کی روایت کے مطابق وہ یہ ہے کہ امام فرماتے ہیں کہ میں قول صحابی کو اختیار کرتا ہوں جبکہ اس کے ساتھ قیاس ہو (الزرکشی: البحر المحیط ۶۱/۸-۶۲)، نیز ابن العرفہ کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے،

شوافع میں سے قاضی حسین وغیرہ نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ کا قول جدید یہی ہے کہ قول صحابی حجت ہے بشرطیکہ قیاس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ابن القطان نے اپنی کتاب میں اس کو نقل کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ ہم قول صحابی کو اختیار کرتے ہیں جبکہ اس کے ساتھ قیاس ہو۔انتہی۔

قفال شاشی نے بھی اپنی کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے، چنانچہ وہ امام شافعیؒ کا قول جدید نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قول صحابی امام شافعیؒ کے نزدیک حجت ہے، اگر قیاس سے اس کی تائید ہو جائے اور موافقت قیاس سے اس کو قوت مل جائے (الزرکشی: البحر المحیط ۶۱/۸)۔

اقوال صحابہ کے درمیان اختلاف کی صورت میں کسی قول کو زیر عمل لانے کی کیا صورت ہوگی، اس کی وضاحت کرتے ہوئے علائی شافعی فرماتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں کہ قول صحابی حجت ہے تو یہ دو متعارض حجت ہوگی تو ایک قول کو دوسرے پر کثرت عدد سے ترجیح دی جائے گی۔

یعنی اگر ایک قول کی طرف اکثر صحابہ ہیں اور دوسرے قول کی طرف اقل تو اکثر والے قول کو راجح قرار دیا جائے گا، پھر اگر تعداد دونوں طرف برابر ہو تو اس جہت کو ترجیح ملے گی۔جدھر ائمہ ہوں اور اگر صورت حال یہ ہو کہ ایک قول کی پشت پر امام المسلمین اور امیر المؤمنین ہو تو اس جہت کو راجح قرار دیا جائے گا، اس لئے کہ فرمان نبوی ہے: "**علیکم بسنتی الخ**" یعنی میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین (العلائی: اجمال الاصابہ ۸۰/۱) کی سنت کو لازم پکڑو، لہذا صحابہ کے دو مختلف قول کے درمیان ترجیح دلیل خارجی سے ہوگی اس اصول پر امام شافعیؒ نے یہاں دو مختلف قولوں کے درمیان بذریعہ قیاس ترجیح دی ہے کیونکہ علائی کے ذکر کردہ ترجیحات ان کے نزدیک موجود نہیں ہیں۔

علامہ ابن القیمؒ نے عقل المرأۃ والی حدیث سے استدلال کیا ہے اور احناف وحنابلہ کی رائے کو سعید بن المسیبؒ کے قول انہا السنۃ (ابن القیم: اعلام الموقعین ۱۶۹/۲) سے مسترد کر دیا ہے۔

حدیث عقل المرأۃ کے لئے روایت نسائی پر اعتماد کرکے کیونکہ عمرو بن حزم کی حدیث کا

مضمون اس میں موجود ہے لیکن عمرو کی حدیث میں جو الحاق ہے حضرت اس سے بے خبر ہیں (ابن الملقن کے قول کے مطابق اس کی اسناد میں ضعف ہے) (خلاصۃ البدر المنیر ۱/۲۷ ۱۲ اس بحث کے ضمن میں میرا مضمون دیکھو)۔

اور حضرت علیؓ کے قول کی بنیاد قیاس صریح اور اجماع صحیح پر ہے۔ چنانچہ حضرات صحابہ کا اس مسئلہ میں اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی نصف ہوگی اور قیاس کا تقاضا ہے کہ مادون النفس میں بھی عورت کی دیت مرد کی بنسبت آدھی ہو۔

محقق کہتا ہے کہ اس مسئلہ اور اس کے علاوہ سے یہ بات کھل گئی ہے جدید قول کے مطابق قیاس کو قول صحابی پر اس وقت مقدم کیا جائے گا۔ جبکہ اجماع نہ ہو (اجماع کا تحقق نہیں ہوگا جبکہ وہ عام نہ ہو، اور کوئی مخالف نہ ہو جیسا کہ قاعدہ ۵ میں ہے) کبار فقہاء شوافع کی تحقیق یہی ہے اور زیر بحث مسئلہ میں حضرت علیؓ کے قول کی تائید قیاس صریح سے ہو رہی ہے اور سونے پر سہاگہ یہ ہے کہ حضرت خلفاء راشدین میں سے ہیں جن کی سنت کی پیروی کا یہی حکم دربار نبوی سے ملا ہے۔

اور حضرت عمر اور زید بن ثابتؓ کے اقوال حضرت علیؓ پر حجت نہیں ہیں جیسا کہ اصولیوں سے اتفاق سے یہ بات ظاہر ہے۔

شرائط مساوات دیت:

ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ حضرت علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مردوں کی دیت برابر ہے خواہ وہ شریف ہوں یا رذیل بشرطیکہ آزاد اور مسلمان ہوں ایسے ہی بچوں کی دیت ان کے آباء کی طرف ہوگی یعنی اس مسئلہ میں بچہ اور بوڑھا دونوں برابر ہوں گے اور ایسے ہی بچی کی دیت ماؤں کے اعتبار سے ہوگی (ابن عبد البر: التمہید ۱۷/۳۵۷) یعنی نصف۔

ادائے دیت کا وقت:

عورت کی دیت تقسیم کر کے تین سال میں ادا کی جائے گی حضرات حنابلہ کے دوقولوں میں سے ایک قول یہی ہے، اور حضرات احناف کے نزدیک عورت کی دیت پہلے سال تہائی اور دوسرے سال باقی ادا کر کے سبکدوش حاصل کرلی جائے گی (ابن قدامہ: المغنی ۶۸/۷-۶۹/۷)۔

قسم ثانی

تحقیق احادیث

برائے ادلہ شرعیہ

قسم ثانی

تحقیق احادیث برائے ادلہ شرعیہ

اول: عورت کی نصف دیت کے دلائل:

سنن البیہقی الکبری (۹۵/۸):

ابوعبداللہ الحافظ نے خبر دی کہ ہم سے ابوطیب محمد بن عبداللہ الشعیر ی نے بیان کیا ان سے محمش بن عصام نے روایت کی اور ان سے حفص بن عبداللہ نے بیان کیا کہتے ہیں کہ مجھ سے ابراہیم بن طہان نے ان سے بکر بن خنیس نے ان سے عبادہ بن نسبی نے ان سے ابن غنم نے اور انہوں نے معاذ بن جبل سے روایت کی ہے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا عورت کی دیت، مرد کی دیت کے نصف ہے اور یہی حدیث عبادہ بن نسبی سے دوسری سند سے روایت کی گئی ہے اور سند میں ضعف ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ حدیث کی سند ضعیف ہے جیسا کہ ابن ملقن نے بیہقی سے اس کو نقل کیا ہے (خلاصۃ البدر المنیر ۲/ ۲۷۱)، اور اس کی سند میں ضعف عبادہ کی وجہ سے نہیں ہے اس لئے کہ عبادہ بن نسئ ثقہ تابعی ہیں، امام احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین، وکیع بن الجراح اور امام ذہبی (رحمہم اللہ) عبادہ کو ثقہ راوی تسلیم کیا ہے، امام ذہبی اور علامہ علائی نے اتنا ضرور کہا ہے کہ وہ کثرت سے مرسل احادیث روایت کرتے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے (التاریخ الکبیر ۶/ ۹۵ للبخاری، الجرح والتعدیل ۶/ ۹۶ لابن ابی حاتم، جامع التحصیل ۱/ ۲۰۶ للعلائی، الکاشف ۱/ ۵۳۳ للذہبی، تقریب التہذیب ۱/ ۲۹۲ لابن حجر، الثقات ۷/ ۱۶۲ لابن حبان)۔

اور ابن الملقن نے بیان کیا ہے کہ عبادہ کے علاوہ دوسرے کی روایت سے حدیث کی سند غریب ہے (خلاصۃ البدر المنیر ۲۴/۴)، اور علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ عمرو بن حزم کی حدیث ہے ”أن النبی ﷺ قال: دیة المرأة نصف دیة الرجل“، تو یہ جملہ عمرو بن حزم الطّویل کی حدیث میں نہیں ہے اس کی تخریج بیہقی نے معاذ بن جبل کی حدیث سے کی ہے اور کہا اس کی اسناد اس کے مثل ثابت نہیں ہے (تلخیص الحبیر ۲۴/۴)۔

سند رجال کی تحقیق:

حفص بن عبداللہ:

امام ذہبی کہتے ہیں کہ حفص بن عبداللہ بن راشد سلمی نیساپور کے قاضی تھے انہوں نے مسعر اور ابن ابی ذئب سے روایت کی ہے اور حفص سے احمد اور محمد بن عقیل، محمد بن عمرو، قشیری روایت کرتے ہیں، صدوق راوی ہیں ۲۰۹ھ میں وفات پائی (الکاشف للذہبی ۳۴۱/۱)۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: حفص بن عبداللہ سلمی جو ابو عمرو نیساپوری کی کنیت سے مشہور ہیں نیساپور کے قاضی تھے صدوق ہیں نویں طبقہ سے تھے، ۲۰۹ھ میں وفات پائی (التقریب لابن حجر ۱۷۲/۱)۔

ابراہیم بن طہمان:

ابن حجر فرماتے ہیں: ابوسعید ابراہیم بن طہمان نے نیساپور میں سکونت اختیار کی تھی پھر وہاں سے مکہ ہجرت کر گئے، ثقہ راوی ہیں اور غریب حدیث روایت کرتے ہیں ان پر مرجئہ میں سے ہونے کا الزام تھا کہا گیا ہے کہ انہوں نے ارجاء سے توبہ کر لی تھی ساتویں طبقہ سے تھے۔ ۱٦۸ھ میں وفات پائی (التقریب لابن حجر ۹۰/۱)۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: ابوسعید ابراہیم بن طہمان خراسانی، ائمہ اسلام میں سے ہیں ان

میں ارجاء کا اثر تھا (یعنی مرجئہ کے عقیدہ سے متاثر تھے) امام احمد بن حنبل اور امام ابوحاتم نے ان کو ثقہ فرمایا ہے ۱۶۰ھ کے بعد وفات پائی (الکاشف للذہبی ۲۱۴/۱)۔

بکر بن خنیس:

بکر بن خنیس خاء معجمہ بعدہ نون اس کے بعد میں سین مہملہ خنس سے مصغر خنیس ہے کوفی عابد تھے بغداد میں سکونت پذیر تھے صدوق ہیں ان کے اغلاط پر ابن حبان نے نکیر کرنے میں شدت ہوئی ہے راویوں کے طبقہ سابعہ سے تھے ت۔ق التقریب۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ بکر بن خنیس العابد ثابت اور یزید بن رقاشی ودیگر ائمہ سے روایت کرتے ہیں، ان سے آدم اور طالوت نیز دوسرے راویوں نے روایت کی ہے، ت۔ق۔ (الکاشف للذہبی ۲۷۴/۱)۔

بکر بن خنیس نے یونس بن عبید سے روایت کی ہے اور عطاء بن ابی رباح سے ان کی ملاقات ہوئی ہے، بکر بن خنیس سے وکیع نے روایت کی ہے میں نے اپنے والد محترم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن نے کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے کہ میں نے علی بن مدینی سے بکر بن خنیس کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ حدیث کے بہت سے رجال ہیں۔

بیان کیا ہم سے عبدالرحمٰن نے ان سے محمد بن ابراہیم نے ان سے عمرو بن علی نے فرمایا بکر بن خنیس ضعیف ہیں۔

ان کا ذکر میرے والد نے اسحاق بن منصور کی روایت سے کیا ہے اور انہوں نے یحییٰ بن معین سے، ابن معین نے فرمایا بکر بن خنیس کچھ نہیں ضعیف ہیں ہم سے عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ عباس بن محمد الدوری کی خدمت میں یحییٰ بن معین کا یہ قول پڑھا گیا کہ بکر بن خنیس لیس بشئ

یعنی بکر بن خنیس کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

میں نے اپنے والد محترم کو سنا جب ان سے بکر بن خنیس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا نیک صالح آدمی تھے اور حدیث میں قوی نہیں تھے، میں نے پوچھا کیا وہ متروک الحدیث ہیں فرمایا ترک حدیث کی حد کو نہیں پہنچے تھے (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۲/۳۸۴)۔

بکر بن خنیس کوفی ہیں ہم سے ساجی نے بیان کیا کہ میں محمد بن مثنی کو کہتے سنا ہے فرمایا کہ میں نے یحییٰ بن سعید کو بکر بن خنیس سے حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا۔

محمد بن حسن بری کو لکھا گیا کہ ہم سے عمرو بن علی بیان کرتے ہوئے کہا: روایت کی ہے یحییٰ سے بکر بن خنیس سے حالانکہ وہ ضعیف ہیں، ہمام بن الحارث سے منکر احادیث روایت کی گئی ہے اور مجھے یاد نہیں کہ سفیان نے ان سے کوئی حدیث روایت کی ہے۔

ہم سے ابن ابی بکر اور ابن حماد دونوں نے بیان کیا کہ عباس نے یحییٰ سے روایت کی فرمایا بکر بن خنیس روایت حدیث میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے ہم سے بیان کیا احمد بن علی بن بجر نے ان سے بیان کیا عبداللہ بن احمد دروقی نے کہ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ بکر بن خنیس کوفی ضعیف الحدیث ہیں۔

ہم سے بیان کیا علی بن احمد اور علان بن سلیمان ہیں بیان کیا تو احمد بن سعد بن ابی مریم نے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے بکر بن خنیس کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا نیک صالح اچھے آدمی ہیں مگر وہ ضعیف راویوں سے روایت کرتے ہیں اور غلاموں سے بکثرت روایت کرتے ہیں۔

امام نسائی فرماتے ہیں کہ بکر بن خنیس ضعیف ہیں، میں نے ابن حماد کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سعدی نے کہا بکر بن خنیس ہر منکر حدیث روایت کرا دیتے ہیں حالانکہ ذاتی طور پر اچھے آدمی ہیں۔

شیخ نے فرمایا بکر بن خنیس کی مذکورہ روایت کے علاوہ بہت سی روایتیں غلاموں اور

دوسروں سے ہیں۔آپ ان لوگوں میں سے جو حدیثیں لکھتے ہیں اور منکر احادیث بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں سے جن میں قباحت نہیں ہے وہ ذاتی طور پر صالح آدمی ہیں مگر صالحین پر حدیث مشتبہ ہوتی ہے بسااوقات تو ہم کے ساتھ حدیث روایت کرتے ہیں بکر بن خنیس کی حدیث من جملہ ضعفاء کی حدیثیں ہیں وہ اس مرتبہ کے نہیں ہیں کہ ان کی روایت کردہ احادیث سے حجت پکڑی جائے (بحوالہ الکامل فی الضعفاء ۲۵/۲ (ابن عدی))۔

بکر بن خنیس بصریوں اور کوفیوں سے موضوع احادیث روایت کرتے ہیں اور دل میں یہ گمان ہوتا ہے کہ بکر بن خنیس ان مواضیع پر اعتماد کرتے ہیں، حنبلی نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے احمد بن زہیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ یحییٰ بن معین سے بکر بن خنیس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے (المجروحین لابن حبان ۱۹۰/۱)۔

عبدالرحمٰن بن غنم:

عبد الرحمٰن بن غنم اشعری شامی ہیں، عہد جاہلیت سے تعلق رکھتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف ان کو حاصل نہیں ہے عمر بن خطاب، معاذ بن جبل اور ابو مالک اشعری سے روایت کرتے ہیں، جبکہ ابن غنم سے عبدالرحمٰن بن حباب، سوارد بن شبیب، اور شہد بن حوشب، اسماعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر نے روایت کی ہے میں نے اپنے والد سے ایسے ہی فرماتے سنا ہے (ابن ابی حاتم فی الجرح والتعدیل ۲۷۴/۵)۔

عبدالرحمٰن بن غنم اشعری فقیہ، اہل فلسطین کے شیخ اور فقیہ شام ہیں، حضرت عمر بن الخطاب اور معاذ بن جبل اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کریت ہیں خود ان سے ابو سلام ممطور، رجاء بن حیوۃ اور مکحول تابعی، اسماعیل بن عبداللہ اور تابعین کی ایک جماعت روایت کرتی ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو ملک شام لوگوں فقہی مسائل بتانے کے لئے بھیجا تھا، ان کی ولادت، حیاۃ النبی ﷺ میں ہوئی تھی اور ان کے والد غنم کو صحابیت کا شرف حاصل ہے یہ بھی کہا

گیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن غنم کو نبی کریم ﷺ کے دیدار کا اعزاز حاصل ہے ابو مسعر غسانی کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن کبار تابعین میں سے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ان باکمال فقہاء تابعین میں سے ہیں ان کے ذریعہ شام کے تابعین نے تفقہ فی الدین حاصل کیا بلند پایہ فاضل اور سچے عالم دین تھے، جابر بن عبداللہؓ کے ساتھ ۷۸ھ میں وفات پائی۔

کثیر بن مرہ:

حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ کثیر بن مرہ حضرمی حمصی اہل حمص کے فقیہ اور عالم تھے، اپنے وقت کے امام اور عالم فاضل علم کے جویا وشائق تابعی تھے انہوں نے ستر بدری صحابہؓ کو پایا اور ملاقات کی حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابودرداء، عبادہ بن صامت اور ان کے طبقہ کے صحابہؓ سے حدیث روایت کرتے ہیں اور خود ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں، ابوزاہر لہ، خالد بن معدان، مکحول، سلیم بن عامر اور عبدالرحمٰن بن جبیر وغیرہم ہیں، امام نسائی فرماتے ہیں کہ ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں (تذکرۃ الحفاظ ۵۱/۱)۔

نتیجہ تحقیق ومطالعہ:

عورت کی دیت میں تنصیف کی حدیث میں جو ضعیف پایا جاتا ہے وہ بکر بن خنیس کے باعث ہے، التقریب میں حافظ ابن حجر نے بکر بن خنیس کا جو دفاع کیا ہے وہ اس لئے قابل قبول نہیں کہ جن ائمہ حدیث نے بکر بن خنیس کی تضعیف کی ہے وہ سب بلند مرتبہ ناقدین رواۃ ہیں اور ابن حجر کی جلالت شان کے باوجود جرح وتعدیل کے فن میں ان سے زیادہ اہلیت وتخصص رکھتے ہیں۔

امام حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء ۳۲۱/۸ میں کہتے ہیں: اسماعیل کی اہل حجاز واہل عراق سے روایت کردہ حدیث سے حجت پکڑنا درست نہیں ہے اور جو حدیثیں انہوں نے علماء شام سے

روایت کی ہیں وہ قابل حجت ہیں جب کہ ان سے زیادہ قولی احادیث ان کی روایت کردہ احادیث سے معارض نہ ہوں۔

دوم: عمرو بن حزم کی حدیث کے طرق اور ان کی تحقیق:

یہ تمام طرق جن کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں سے بعض مقصور ہیں ان بعض طرق کے ذکر پر جو کتاب میں ہیں جیسے امام مالکؒ کی روایت اور بعض طرق کو کامل طور پر ذکر کیا ہے اور وہ ابن حبان، حاکم اور بیہقی وابن عبدالعزیز کی روایات ہیں۔

(۱) موطأ مالک ۲/۸۴۹:

مجھ سے حدیث بیان کی یحییٰ نے ان سے امام مالک نے ان سے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مکتوب جو اللہ کے رسول ﷺ نے دیت کے سلسلہ میں عمرو بن حزم کو لکھ کر دیا تھا اس میں یہ ضابطہ لکھا ہے جان (یعنی ذات انسانی) کی دیت ایک سو اونٹ ہے اور جب کہ ناک کا بانسہ توڑ دیا تو ایک سو اونٹ کی دیت ہے اور آمہ (وہ زخم جس میں دماغ پر اثر پڑے) میں تہائی دیت ہے، جائفہ (وہ زخم جو اندرونی جسم تک پہنچ جائے) میں بھی تہائی دیت ہے اور اگر ایک آنکھ پھوڑی تو نصف دیت یعنی پچاس اونٹ ہے ایک ہاتھ توڑنے میں بھی پچاس اونٹ، اور پیر توڑنے میں پچاس اونٹ، اور ہر انگلی کی دیت دس اونٹ اور دانت توڑنے میں ہر دانت کے عوض پانچ اونٹ، اور موضحہ (وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے) میں پانچ اونٹ کی دیت ہے۔

(۲) النسائی: السنن الکبری (المجتبی) ۸/۵۷ والکبری:

امام نسائی نے عمرو بن حزم کی حدیث کی متعدد طرق سے تخریج کی ہے اور یہ ہیں ہم کو خبر دی عمرو بن منصور نے کہا بیان کیا ہم سے حکم بن موسی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے یحییٰ

بن حمزہ نے اوران سے بیان کیا سلیمان بن داؤد نے کہا کہ مجھ سے روایت کی زہری نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے اور روایت کرتے ہیں اپنے والد سے اوران کے والد روایت کرتے ہیں ابوبکر کے دادا عمرو بن حزم سے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اہل یمن کے پاس ایک مکتوب لکھا جس میں فرائض وسنن اور دیتوں کا بیان تھا اور وہ مکتوب عمرو بن حزم کے ہاتھوں اہل یمن کو بھیجا لہذا وہ نسخہ اہل یمن کو پڑھ سنایا گیا۔

حافظ ابن حجر ''التقریب'' میں کہتے ہیں عمرو بن منصور نسائی کی کنیت ابوسعید ہے وہ محدثین کے گیارہویں طبقہ میں سے ہیں ثقہ راوی ہیں۔

نتیجہ: اس حدیث کی اسناد حسن ہے، سند کے بقیہ رجال کے حالات کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۳) سنن النسائی (المجتبیٰ) ۵۹/۸:

احمد بن عبدالواحد نے خبر دی کہ ہم سے مروان بن محمد نے بیان کیا انہوں نے روایت کی کہ ہم سے سعید (اور وہ عبدالعزیز کے لڑکے ہیں) نے ہم سے بیان کیا زہری سے روایت کرتے ہوئے انہوں نے کہا میرے پاس ابوبکر ابن حزم خال خال کے ایک ٹکڑے پر لکھا ہوا دستاویز لائے جو منقول ہے آنحضرت ﷺ سے یہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول کی طرف سے یا أیہا الذین....الخ کا بیان ہے اس کی چند آیتیں ہیں پھر کہا جان کے دیت کے سلسلہ میں سو اونٹ ہے اور آنکھ کے سلسلہ میں پچاس اور ہاتھ کے بدلے میں پچاس اور پیر کے بدلے میں پچاس اور آیت میں تہائی دیت ہے اور جائفہ میں بھی تہائی دیت ہے۔

سند کے رجال کی تحقیق:

امام ذہبی فرماتے ہیں احمد بن عبدالواحد التمیمی الدمشقی بن عبود نے فرمایا اور ابومسہر سے روایت کی اور ابومسہر سے ابوداؤد اور نسائی، ابن جوصا اور ابوالوحداح نے حدیث نقل کی اور امام

ذہبی نے ان کو ثقہ شمار کیا ہے، ۲۰۴ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے سنن ابوداؤد اور سنن نسائی کے راوی ہیں (الکاشف للذہبی ۱/۱۹۹)۔

امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں: الکاشف للذہبی احمد بن عبدالواحد بن واحد التمیمی جو ابن عبود دمشقی کی کنیت سے مشہور ہیں۔

صدوق ہیں گیارہویں طبقہ سے تھے ۲۵۴ھ میں وفات ہوئی سنن ابوداؤد اور سنن نسائی کے راوی ہیں۔

(۲) مروان بن محمد بن حسان الاسدی الطاطری دونوں طافحہ کے ساتھ ہیں ثقہ ہیں نویں طبقہ میں ہیں ۲۱۰ھ میں وفات پائے ہیں ان کی کل عمر ۶۳ برس ہوئی صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

(۳) امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں سعید بن عبدالعزیز التنوخی الدمشقی ثقہ ہیں امام ہیں امام احمد بن حنبلؒ امام اوزاعی کے ساتھ عیب لگایا ہے اور ابومسہر نے آگے بڑھایا ہے لیکن آخر عمر میں اختلاط ہو گیا تھا ساتویں طبقہ سے ہیں ۱۶۷ھ میں وفات پائے اور قول کے مطابق اس کے بعد میں ان کی وفات ہوئی ان کی کل عمر ستر سے زائد ہے۔

امام بخاری کی الادب المفرد، صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں (التقریب)۔

نتیجہ: اس کی سند حسن ہے۔

سنن النسائی (المجتبیٰ) (۸/۶۰):

حارث بن سکین قراءہ علیہ بیان کیا کہ میں ابوالقاسم سے سنا انہوں نے کہا مجھ سے مالک نے بیان کیا عبداللہ ابن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم انہوں نے اپنے والد ابوبکر سے فرمایا کہ وہ کتاب/خط جس کو رسول اللہ ﷺ نے عمر بن حزم کے واسطے دیت کے سلسلہ میں لکھا تھا جان کی دیت سو اونٹ ہے اور ناک کی دیت جب بانسہ توڑ دیا ہو سو اونٹ ہے اور آمہ میں تہائی جان

اور جائفہ میں اسی کے برابر ہے اور ہاتھ کی دیت پچاس اور آنکھ کی دیت پچاس اور پچاس اونٹ پیر کی دیت ہے اور ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے اور دانت کی دیت پانچ اونٹ ہے اور موضحہ میں پانچ اونٹ ہے۔

تحقیق اسناد:

(۱) امام ابن حجر فرماتے ہیں: الحارث بن مسکین بن محمد بن یوسف بنی امیہ کے مولی آزادکردہ غلام ہیں ابوعمر کنیت ہے مصری ہیں مصر کے قاضی تھے ثقہ ہیں فقیہ ہیں، دسویں طبقہ سے ہیں ۲۵۰ھ میں وفات پائے کل عمر ۹۶ ہوئی ہے سنن ابوداؤد اور سنن نسائی کے راوی ہیں (التقریب)۔

(۲) امام دہبی فرماتے ہیں: عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر التیمی ابومحمد فقیہ کے فقیہ نے اپنے والداور ابن المسیب اور حضرت عمرؓ کے آزادکردہ غلام اسلمؓ سے سماعت حدیث کی اور ان سے امام شعبہ، امام مالک اور امام ابن عیینہ نے روایت کی ہے، ثقہ، ورع، مکثر حدیث اور امام ہیں ابن عیینہ نے فرمایا اپنے زمانہ کے افضل ترین لوگوں میں سے ہیں اور ان کے والد بھی ایسے ہی تھے ۱۲۶ھ میں وفات پائے (الکاشف للذہبی)۔

(۳) ابن حجر فرماتے ہیں: عبدالرحمٰن بن القاسم بن خالد بن جنادہ العتقی (عین کے ضمہ کے ساتھ) تاکہ فتحہ کے ساتھ اس کے بعد قاف ہے ابوعبدالصمد المصری امام مالک کے شاگرد ہیں ثقہ ہیں دسویں طبقہ کے بڑے لوگوں میں سے ہیں ۱۹۱ھ میں وفات پائے ہیں بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی کے راوی ہیں (التقریب)۔

(۴) امام ابن حجر فرماتے ہیں عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم الانصاری المدنی قاضی ہیں ثقہ ہیں پانچویں طبقہ سے ہیں ان کی وفات ستر (۷۰) برس کی عمر میں ہوئی (التقریب)۔

نتیجہ تحقیق: سند صحیح ہے لیکن مرسل ہے۔

(۵) سنن النسائی (المجتبیٰ) ۵۸/۸:

ہم کو خبر دی الہیثم بن مروان بن الہیثم بن عمران العنسی نے انہوں نے کہا ہم سے محمد بن بکار بن بلال نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے سلیمان بن ارقم نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے روایت کی امام زہری نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے انہوں نے (ابوبکر) نے اپنے باپ (محمد) سے انہوں نے (عمرو) سے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کے پاس ایک خط روانہ کیا جس میں فرائض، سنن اور مختلف قسم کی دیتیں درج تھیں اس کو عمرو بن حزم کو دے کر روانہ کیا چنانچہ آنحضرت ﷺ کے اس نسخے کو باشندگان یمن پر پڑھا گیا پس اسی کے مانند ذکر کیا گیا مگر یہ کہ انہوں نے کہا: ایک آنکھ کی دیت نصف دیت ہے اور ایک ہاتھ میں آدھی دیت ہے اور ایک پیر میں آدھی دیت ہے۔

امام ابوعبدالرحمٰن النسائی نے فرمایا: یہ درستگی کے زیادہ قریب ہے اور مشابہ ہے واللہ اعلم۔ اور سلیمان بن ارقم متروک الحدیث ہے اور اس حدیث کو یونس نے امام زہری سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

۶- صحیح ابن حبان ۵۰۱/۱۴-۵۱۰:

ابن حبان نے فرمایا ہم کو حسن بن سفیان اور ابویعلی اور حامد بن محمد بن شعیب نے آخرین میں خبر دیا انہوں نے کہا ہم سے حکم بن موسی نے حدیث بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے سلیمان بن داؤد سے انہوں نے کہا ہم سے امام زہری نے روایت کیا ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے محمد نے اپنے والد عمرو سے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کی طرف ایک خط روانہ کیا جس میں فرائض سنن اور متعدد دیتیں درج تھیں اور اس خط کو عمرو بن حزم کو دے کر روانہ کیا

پس میں نے باشندگان یمن پر پڑھا اور یہ اس کا نسخہ نبی محمد ﷺ کی طرف سے ہے شرحبیل بن عبد کلال اور حارث بن عبد کلال اور نعیم بن عبد کلال کی طرف اور ایک قول ہے کہ رعین معافر اور ہمدان کے لئے بھی تھا، امابعد: اور بے شک جس نے کسی مومن کو قتل کیا دلیل سے تو وہ قصاص ہے مگر یہ کہ مقتول کے اولیاء راضی ہو، اور بے شک جان کے قتل میں سو اونٹ کی دیت ہے اور بے شک ناک کی دیت میں جب اس کو پوری کاٹ دیا ہو دیت ہے اور زبان میں دیت ہے اور دونوں ہونٹ میں دیت ہے اور دونوں خصیے میں دیت ہے اور ذکر میں دیت ہے اور پشت میں دیت ہے اور دونوں آنکھوں میں دیت ہے اور اور ایک پیر میں نصف دیت ہے اور تہائی دیت ہے اور جائفہ میں تہائی دیت ہے اور منقلہ میں پندرہ اونٹ ہے اور ہاتھ اور پیر پاؤں کے انگلی میں سے ہر انگلی کے عوض دس اونٹ ہے اور دانت کے قصاص میں پانچ اونٹ ہے اور سامنے والے دانت کے قصاص میں پانچ اونٹ ہے اور یقیناً آدمی کو عورت کے بدلہ قصاص میں قتل کیا جائے گا اور سونے (روپے) والوں پر رکے ذمہ ہزار دینار ہے۔ خبر (حدیث) کے لفظ حامد بن محمد شعیب کے ہیں امام ابوحاتم نے (ان کے بارے میں) کہا: یہ سلیمان بن داؤد سلیمان بن داؤد خولانی دمشقی ہیں ثقہ اور مامون ہیں۔

اور سلیمان بن داؤد یمامی لاشی (کے درجہ میں) ہیں اور وہ دونوں امام زہری سے روایت کرتے ہیں۔

سند کے رجال کی تحقیق:

(۱) امام ابن حجر نے فرمایا: حسن بن سفیان الفسوی الحافظ صاحب المسند ہیں چنانچہ ثقہ ہیں مسند ہیں میں نے ان کے اندر کوئی حرج نہیں جانتا یہ ابو کے پاس علم وفقہ پڑھے اور ان کے مذہب کے مطابق فتوی دیا کرتے تھے بے مثال و یگانہ روزگار تھے ان کی وفات ۳۵۳ھ میں ہوئی ہے (لسان المیز ان ۲/۲۱۱)۔

(۲) ابویعلی الموصلی حافظ، ثقہ ہیں محدث جزیرہ ہیں احمد بن علی بن المثنی بن یحییٰ بن عیسی بن ہلیل التمیمی صاحب المسند الکبیر ہیں ان سے ابوحاتم بن حبان نے حدیث نقل کیا ہے (ان کے تلمیذ) ہیں ابویعلی الموصلی اہل صدق وصفا اہل امانت ودیانت میں سے ہیں امام ابن حبان نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور اتقان ودین کے ساتھ تعریف کی ہے پھر کہا آنحضرت ﷺ اور ابویعلی الموصلی کے درمیان تین راوی ہیں ان کی پیدائش ۲۱۰ھ ہے اور وفات ۳۰۷ھ ہے۔

(۳) امام محدث، ثبت ابوالعباس حامد بن محمد بن شعیب بن زہیر البلخی ثم البغدادی مدرس اور استاذ ہیں دارقطنی وغیرہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ ان کی پیدائش ۲۱۰ھ ہے اور وفات ۳۰۹ھ ہے ان کی عمر ۹۰ سال سے زیادہ ہے اور وہ باقی مسندین میں سے تھے (سیر اعلام النبلاء ۲۹۱/۱۴)۔

(۴) خطیب بغدادی نے کہا مجھ سے علی بن محمد بن نصر نے بیان کرتے ہوئے کہا میں نے حمزہ بن یوسف کو کہتے ہوئے سنا میں نے امام دارقطنی سے حامد بن محمد بن شعیب کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ثقہ ہیں۔

(۴) ہم سے احمد بن محمد العتیقی نے کہتے ہوئے خبر دیا: میں نے قاضی ابوالحسن علی بن حسن جراحی کو فرماتے ہوئے سنا حامد بن محمد بن شعیب البلخی ثقہ اور صدوق ہیں ان کی وفات ۳/محرم ۳۰۹ھ میں ہوئی (تاریخ بغداد ۱۶۹/۸)۔

میں نے کہا: ابن منادی نے کہا پانچ محرم پنجشنبہ میں ہوئی میں نے ان سے حامد بن محمد بن شعیب بلخی کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا وہ ثقہ ہیں (سوالات حمزہ للدارقطنی ۱۹۷/۱)، صحیح مسلم سنن نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

(۵) حکم بن موسی بن شیرزاد الحافظ الزاہد العابد ابوصاحب البغدادی القنطری ان کی اصل ''نسا'' کی ہے انہوں نے امام مالک کو دیکھا ہے اور انہوں نے حمزہ بن یحییٰ سے روایت کی ہے اور ان (حکم بن موسی) سے امام بخاری تعلیقاً اور امام مسلم امام ابوداؤد اور ابویعلی نے روایت

کی ہے، ابن معین اور العجلی نے ان کوثقہ کہا ہے اور ابوحاتم نے کہا صدوق ہیں اور ابن سعد نے کہا: ثقہ کثیر الحدیث، بزار، صالح، ثبت فی الحدیث ہیں، میں نے کہا وفات ۵رشوال ۲۳۲ھ میں ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ۴۷/۴/۳)۔

(۶) حکم بن موسی (مسلم ونسائی کے راوی ہیں القنطر ی البغدادی العابد نے اسماعیل بن عباس سے اور عبداللہ بن مبارک اور ایک پورے طبقے محدثین سے روایت کیا ہے ان سے امام مسلم امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور صاحبزادہ امام احمد عبداللہ نے روایت کی ہے۔

اور البغوی صدوق، صاحب حدیث ہیں اور ان کی امام ابن معین، جزرہ اور محدثین کی ایک جماعت نے توثیق کی ہے، ابوحاتم نے کہا صدوق ہیں اور حکم کی ''حدیثیں منکر ہیں (الصدقات ذاک الطّویل) اور ان کی حدیث ولید بن مسلم سے مروی ہے اس شخص کے سلسلہ میں جس کے صلات سے وہ چراتے تھے۔

چنانچہ اس کی یہ سند ثقات ہیں اور اس کا لفظ منکر ہے جس کی تخریج (......) نے کی ہے محقق نے کہا ابوحاتم کتاب الصدقات کے اس سخت تضعیف کے ساتھ منفرد ہیں اور وہ ناقدین کے متشدد طبقہ میں سے ہیں (میزان الاعتدال فی نقد الرجال ۳۴۷/۲)۔

(۷) وہب بن بیان، ابن السرح اور احمد بن سعید نے ہم سے بیان کرتے ہوئے کہا ہم کو ابن وہب نے خبر دیا انہوں نے کہا مجھ کو یونس نے خبر دیا ابن شہاب سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے (ابن شہاب) نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے عمرو بن حزم کے اس خط میں پڑھا جب اس کو نجران کی طرف روانہ کیا اور کتاب ابوبکر بن حزم کے پاس تھی۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے لکھا تھا یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیان ہے (**يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود**) ترجمہ: اے ایمان والو عہد کو پورا کرو۔ اور لکھوایا اس کی چند آیتیں حتی کہ آنحضرت ﷺ پہنچ گئے **ان الله سريع الحساب** (المائدہ:۱-۴) تک پھر لکھوایا یہ کتاالجراح ہے جان مارنے کے قصاص میں سواونٹ ہے اور ناک کے بدلہ جب اس کو توڑ دے سواونٹ ہے اور آنکھ کے قصاص

میں پچاس اونٹ ہے اور کان میں پچاس اونٹ ہے اور ہاتھ کے قصاص میں پچاس اونٹ ہے اور پاؤں میں پچاس اونٹ ہے اور ہر انگلی میں دس اونٹ ہے اور ماموتہ میں تہائی جان ہے اور جائفہ میں تہائی جان ہے اور منقلہ میں پندرہ اونٹ ہے اور موضحہ میں پانچ اونٹ ہے اور دانت میں پانچ اونٹ ہے ابن شہاب نے کہا چنانچہ یہ وہ بات ہے جس کو میں نے پڑھا اس مکتوب میں جس کو رسول اللہ ﷺ نے ابی بکر بن حزم کے لکھا تھا۔

ابوداؤد نے کہا: انس نے اسناد کی ہے درست نہیں ہے، روایت کی اس کی یحییٰ بن حمزہ سلیمان بن ارقم سے انہوں نے امام زہری سے انہوں نے ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ: ہم ابوہبیرہ نے کہتے ہوئے بیان کیا میں نے یحییٰ بن حمزہ کے اصل میں اس کو پڑھا مجھ سے سلیمان بن ارقم نے بیان کیا اور ہم سے ہارون بن محمد بن بکار نے بیان کیا مجھ سے میرے والد اور میرے چچا نے بیان کیا ان دونوں نے کہا یحییٰ بن حمزہ عن سلیمان بن ارقم اس کے مثل ہیں ابوداؤد نے کہا اور وہ ہیں جس کو سلیمان بن داؤد نے کہا اس میں وہم ہے۔

(۸) ہم سے حکم بن موسی نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے سلیمان بن داؤد خولانی سے ثقہ ہیں امام زہری سے وہ ابوبکر بن محمد محمد بن عمرو بن حزم سے انہوں نے کہا عن أبیہ عن جدہ اس میں حکم کو وہم ہوا ہے۔

ہم سے موسی بن اسماعیل نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے حماد نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے محمد بن اسحاق عبداللہ بن ابی بکر بن عمر بن حزم سے روایت کرتے ہوئے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے مکتوب میں لکھا تھا یعنی یہ اور ذکر میں دیت ہے اور زبان میں دیت ہے۔

ہم سے موسی نے بیان کیا انہوں نے ہم سے حماد نے محمد بن اسحاق سے اور وہ مکحول سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: زبان میں دیت ہے اور ذکر میں دیت ہے اور ان دانتوں میں جو آگے کے ہوں فرائض میں۔

ہم سے محمد بن عبداللہ نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے عبدالرحمٰن بن مغرا نے بیان کیا

انہوں نے کہا ہم سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا کہ میں نے مکحول کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے (انثیین ۔خصیہ) میں دیت ہے ہم سے قتیبہ نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا ابن الہاد سے انہوں نے روایت کیا ابن شہاب سے انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صلب (پشت) کے قصاص میں دیت ہے (المراسیل ۱/۲۱۱-۲۱۴)۔

یحییٰ بن حمزہ بن واقد الحضرمی ابوعبدالرحمٰن الدمشقی القاضی ثقہ ہیں ان کو قدریہ ہونے کا الزام لگایا گیا ہے آٹھویں طبقہ سے ہیں ۸۳ھ میں وفات ہوئی ہے قول صحیح کے مطابق ان کی کل عمر اسی سال ہے (التقریب)۔

یحییٰ بن حمزہ بن واقد الحضرمی ابوعبدالرحمٰن البتھلی الدمشقی القاضی لھیا کے گھرانے سے ہیں انہوں نے روایت کی ہے سلیمان بن ارقم اور سلیمان بن داؤد الخولانی ہے اور ان سے حکم بن موسیٰ نے روایت کی ہے۔

صالح بن احمد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایسے ہی مروزی نے احمد کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور غلابی وغیرہ نے ابن معین کہ حوالہ سے کہا ہے کہ ثقہ ہے غلابی نے کہا وہ ثقہ تھے اور ان پر قدر کی تہمت لگائی جاتی تھی اور دوری نے ابن معین کے حوالہ سے کہا کہ وہ قدریہ تھے اور صدقہ بن خالد محدثین کے نزدیک ان سے زیادہ پسندیدہ تھے اور عثمان دارمی نے دحیم کے حوالہ سے فرمایا کہ جو ثقہ عالم تھے میں شک نہیں کرتا اس بات میں کہ انہوں نے علی بن یزید سے ملاقات کی ہے اور آجری نے ابوداؤد کے حوالہ سے کہا ہے کہ ثقہ تھے میں نے پوچھا قدریہ تھے تو کہاں ہاں اور نسائی نے کہا کہ ثقہ ہیں اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ ہم سے ہشام ابن عمار نے بیان کیا ان سے یحییٰ ابن حمزہ نے بیان کیا جو کہ دمشق کے قاضی تھے کہ وہ ثقہ ہیں اور عبداللہ بن محمد بن یسار نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ابن سعد نے کہا ہے کہ وہ کثیر الحدیث ہیں انہوں نے ان کی اصلاح کی ہے اور عمر بن دحیم نے فرمایا کہ وہ مکحول ہیثم بن حمید اور یحییٰ بن حمزہ کے حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے اہل دمشق کے اور عجلی نے کہا ثقہ ہیں اور

یعقوب بن شیبہ نے کہا ہے کہ ثقہ ہیں ابن حبان نے اس کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے اور فرمایا کہ ۱۰۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۳ھ میں وفات پائی اور ایسے ہی ابومسہر وغیرہ نے فرمایا ہے ابوسلمان بن زبر فرماتے ہیں ۱۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور کہا گیا ہے کہ ۱۰۵ھ اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں (تہذیب التہذیب)۔

ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن ابراہیم البزار نے بصرہ میں وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا ابوعلی حسن ابن محمد بن عثمان فسوی نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یعقوب بن سفیان نے ان سے حکم ابن موسیٰ نے ان سے یحییٰ ابن حمزہ نے سلیمان ابن داؤد کے حوالہ سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ زہری نے ہم سے ابی بکر ابن محمد بن عمرو ابن حزم عن ابیہ عن جدہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کو ایک خط لکھا جس میں تھا کہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بڑا کبیرہ گناہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور کسی مومن کو ناحق قتل کرنا اور جنگ کے دن اللہ راستہ سے بھاگنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے (المعرفۃ والتاریخ لیعقوب بن سفیان ۳۸۸/۳)۔

سلیمان ابن داؤد خولانی ثقہ ہیں (المراسیل ۲۱۴/۱)۔

نتیجہ: سند متصل ہے اور رجال ثقہ ہیں اور زہری جلیل القدر امام ہیں اور ان ہونے اس کو روایت کیا ہے ابوبکر سے اور وہ معروف کتاب ہے اور ابوبکر کی سند عن ابیہ عن جدہ حسن ہے اور علماء نے اس کو قبول کیا ہے اور ہر زمانہ میں فقہاء نے اس پر عمل کیا ہے نہ کہ کسی زمانہ میں اور جو کچھ ابوداؤد نے مراسیل میں ذکر کیا ہے یعنی زہری کا قراءۃ تحمل کرنا ابوبکر کی کتاب سے تو وہ سلیمان ابن ارقم کی روایت ہے اور وہ ضعیف ہے بلکہ متروک الحدیث ہے اور اس کی روایت پر بھروسہ نہیں ہے اور امام زہری ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت کرنے میں منفرد نہیں ہے بلکہ امام مالک نے ان کی متابعت کی ہے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمر بن حزم عن ابیہ کی سند سے (سنن النسائی،

المجتبی ۸/۶۰، سنن البیہقی الکبری ۸/۸۲)۔

۷۔الحاکم النیسابوری: المستدرک علی الصحیحین ۱/۵۵۲:

ہم کو خبر دی ابونصر احمد بن سہل نے جو بخاری کے فقیہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا صالح بن عبداللہ بن محمد بن حبیب جو حافظ حدیث ہیں ان سے حکم بن موسی نے بیان کیا ان سے ابوزکریا یحییٰ بن محمد عنبری نے، ان سے عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن سعید العبدی نے، ان سے ابوصالح حکم بن موسی قنطری نے، ان سے یحییٰ بن حمزہ نے، انہوں نے روایت کی سلیمان بن داؤد سے انہوں نے زہری سے انہوں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل یمن کی جانب ایک خط لکھا جس میں فرائض، سنن اور دیتوں کا بیان تھا۔ اور عمرو بن حزم کے ساتھ اس کو بھیجا۔ چنانچہ میں نے اہل یمن کے سامنے اس خط کو پڑھا۔ اور اس خط کا نسخہ یہ ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد النبی ﷺ کی طرف سے شرحبیل بن عبدکلال، حارث بن عبدکلال اور نعیم بن کلال کی طرف۔ کہا گیا ہے ذی رعین، مکافر، اور ہمدان کی طرف۔ اما بعد: اور خط میں تھا کہ جس نے کسی مسلمان کو ظلماً قتل کر دیا تو اس کے لئے قصاص ہے۔ مگر یہ کہ مقتول کے اولیاء راضی ہوں قصاص کے چھوڑنے پر اور نفس کی دیت سو اونٹ ہے، صلب میں دیت، دونوں آنکھ میں دیت ہے، ایک پیر میں نصف دیت ہے، زبان میں دیت ہے، دونوں ہونٹ میں دیت ہے، خصیتین میں دیت ہے، مامومہ (وہ زخم جس میں دماغ پر اثر پڑے) میں تہائی دیت ہے، جائفہ (وہ زخم جو اندرون جسم تک پہنچ جائے) میں تہائی دیت ہے، اور منقلہ (وہ زخم جس میں ہڈی ٹوٹ جائے اور دوسری جگہ منتقل ہو جائے) میں پندرہ اونٹ ہے، ہاتھ اور پیر کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دس اونٹ ہے، دانت میں پانچ اونٹ ہے، اور موضحہ (وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے) میں پانچ اونٹ ہے، اور یہ کہ مرد عورت کے بدلہ قتل کیا جائے گا، اور سونے والے پر ہزار دینار ہے۔

سند کی تحقیق:

ابونصر احمد بن سہیل:

ابونصر احمد بن سہل بن احمد المز رنجنی فقیہ ہیں واعظ ہیں ابوکامل احمد بن محمد مصری سے انہوں نے روایت کی ہے،ان سے ابوبکر بن علی نوجاباذی نے روایت کیا ہے(معجم البلدان ۱۲۲/۵)۔

مفسر ومحدث علامہ ابوزکریا یحییٰ بن محمد عنبری نیساپوری ہیں(تذکرۃ الحفاظ ۸۶۵/۳)۔

ابوعلی صالح بن محمد بن حبیب البغدادی جزرہ سے معروف تھے، حافظ، ذہین اور پایہ کے عالم تھے۔اس کو انہوں نے ابن معین سے حاصل کیا ہے۔وہ بخاری منتقل ہوگئے تھے۔وہیں پر ۲۸۰ھ کے بعد ان کی وفات ہوئی(الارشاد ۹۶۷/۳)۔

محمد بن ابراہیم بن سعید عبدی ابوعبداللہ البوشنجی شافعی اہل علم کے استاذ وشیخ ہیں۔حاکم نے فرمایا:ان سے بخاری نے روایت کیا ہے،ابن حبان نے فرمایا:وہ فقیہ ومفتی تھے۔۲۹۰ھ کے آخر میں چھیاسی (۸۶) سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

البوشنجی امام علامہ حافظ ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن سعید العبدی البوشنجی فقیہ ہیں مالکی ہیں۔جن کی تصانیف اورسفرنامہ بہت ہیں۔

سند کے بقیہ رجال کے حالات اسنادبیہقی میں ہوچکا ہے۔نتیجہ:اس کی سند حسن ہے۔

۸۔البیہقی:سنن البیہقی الکبری ۹۳/۸:

حافظ بیہقی نے عمرو بن حزم کی حدیث کی روایت کا اہتمام کیا ہے،انہوں نے اس کو اپنے آٹھ استاذ سے بیان کیا ہے،اوروہ سنہ کے آٹھ نمبر سے سنہ کے پندرہ تک ہیں۔

ہم کو خبر دی ابوبکر احمد بن محمد بن احمد بن حارث فقیہ نے انہوں نے کہا ہم کو خبر دی علی بن عمر حافظ نے انہوں نے کہا ہم سے محمد بن قاسم بن زکریا نے بیان کیا۔ان سے ابوکریب نے،ان

سے حاتم بن اسماعیل نے انہوں نے روایت کی محمد بن عمارہ سے انہوں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے انہوں نے فرمایا: جس وقت عمرو بن حزم کو نبی کریم ﷺ نے نجران کی طرف بھیجا تو ان کے خط میں یہ مضمون تھا: ہر دانت میں پانچ اونٹ ہے، اور انگلیوں میں چاہے وہ جہاں کی بھی ہو دس دس اونٹ ہے، کان میں پچاس، آنکھ میں پچاس، ہاتھ میں پچاس، پیر میں پچاس، ناک میں جب کہ نرم حصہ تک (بانسہ تک) کاٹے پوری دیت ہے، مامومہ (وہ زخم جس میں دماغ پر اثر پڑے) میں نفس کی تہائی دیت ہے اور جائفہ (وہ زخم جو اندرون جسم تک پہنچ جائے) میں نفس کی تہائی دیت ہے۔

امام شافعی نے فرمایا: یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ کانے کی آنکھ میں (پوری) دیت ہے، رسول اللہ ﷺ نے آنکھ میں پچاس اونٹ کا فیصلہ فرمایا ہے۔

سند کے رجال:

محمد بن عمارہ:

محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزم نے اپنے چچازاد بھائی محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابراہیم تیمی سے روایت کئے ہیں، اور ان سے مالک اور ابوعاصم نے روایت کی ہے، ابن معین نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور ابوحاتم نے فرمایا: وہ قوی نہیں ہیں (الکاشف ۲/۲۰۴)۔

محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزم انصاری مدنی صدوق و سچے راوی ہیں، غلطی وخطا کئے ہیں، راویوں کے ساتویں طبقہ سے ہیں (التقریب)۔

محمد بن عمارہ بن عمرو بن حزم حزمی انصاری نے ابوبکر بن عمرو بن حزم سے روایت کی ہے ان سے مالک بن انس اور حاتم بن اسماعیل نے روایت کی ہے۔ میرے والد محترم نے اس کو بیان کیا اسحاق بن منصور کے حوالہ سے انہوں نے یحییٰ بن معین سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: محمد بن عمارہ حزمی ثقہ راوی ہیں، ہم کو عبدالرحمٰن نے خبر دی انہوں نے فرمایا: میرے والد

صاحب سے ان محمد بن عمارہ کے متعلق سوال کیا گیا جن مالک روایت کرتے ہیں، تو میرے والد نے جواب دیا: وہ صالح الحدیث ہیں، قوی نہیں ہیں (الجرح والتعدیل ۴۴/۸)۔

محمد بن علاء:

محمد بن علاء بن کریب ہمدانی ابو کریب کوفی نے حاتم بن اسماعیل سے روایت کیا ہے (تہذیب الکمال)۔

محمد بن علاء بن کریب ہمدانی ابو کریب کوفی اپنی کنیت ابو کریب سے مشہور ہیں، ثقہ ہیں، حافظ ہیں، دسویں طبقہ سے ہیں۔ ستاسی (۸۷) سال کی عمر میں ۲۴۷ھ میں ان کی وفات ہوئی (التقریب)۔

محمد بن قاسم بن زکریا:

محمد بن قاسم بن زکریا محاربی کوفی نے علی بن منذر طریقی سے روایت کیا ہے۔ ایک جماعت نے ان کے متعلق کلام کیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ رجعت پر ایمان رکھتے تھے۔ ابوالحسن بن حماد نے فرمایا: کوفی ہیں حافظ ہیں، اور انہوں نے کچھ زیادہ کیا تو فرمایا: ان کے لئے کوئی اصل نہیں دیکھی گئی۔ اور انہوں نے حسین بن نصر بن مزاحم سے روایت کرتے ہوئے کتاب النہی کی حدیث بیان کی ہے جبکہ ان کا ان سے سماع ثابت نہیں ہے۔ ۳۲۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ میں نے کہا: انہوں نے ابو کریب سے بھی روایت کی ہے۔ اور ان سے دارقطنی اور محمد بن عبداللہ قاضی جعفی نے روایت کی ہے (الجرح والتعدیل ۴۴/۸)۔

نتیجہ: حدیث بہت ضعیف ہے۔

۹۔ سنن البیہقی الکبری ۹۵/۸:

ہمیں عبدالرحمٰن سلمی اور ابونصر بن قتادہ نے خبر دی ہے۔ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ

ہم کوابوعمرو بن مطر نے خبر دی، ان سے احمد بن حسن بن عبد الجبار نے بیان کیا ان سے حکم بن موسیٰ نے بیان کیا ان سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا انہوں نے روایت کی ہے سلیمان بن داؤد سے انہوں نے کہا مجھ سے زہری نے بیان کیا۔ انہوں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت کی انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کے پاس ایک خط لکھا جس میں یہ مضمون تھا کہ: اور صلب میں دیت ہے۔

محمد بن حسین:

محمد بن حسین ابوعبد الرحمٰن سلمی نیساپوری صوفیہ کے شیخ ہیں۔ اور ان کے طبقات وحالات اور تاریخ سے واقف ہیں۔ ذہبی نے فرمایا: لوگوں نے ان کے سلسلہ میں کلام کیا ہے۔ وہ عمدہ نہیں ہیں۔ خطیب نے فرمایا: مجھ سے محمد بن یوسف قطان نے کہا: وہ صوفیہ کے لئے احادیث گڑھتے تھے۔ اور ان کی تصوف میں چالیس حدیثیں ایسی ہیں جن کو ہم نے عالی سند کے طور پر روایت کیا ہے۔ اور اس میں موضوع حدیثیں بھی ہیں، واللہ اعلم۔

احمد بن حسن بن عبد الجبار صوفی مشہور راوی ہیں، دار قطنی نے ان کی توثیق کی ہے، اور ابن المنادی نے فرمایا: میں نے ان سے خماس پر لکھا۔ انتہی۔

خطیب نے کہا: احمد بن حسن بن عبد الجبار بن راشد ابوعبد اللہ صوفی نے علی بن جعد، ابونصر تمار، یحییٰ بن معین، ابوربیع زہرانی، سوید بن سعید اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے سنا ہے، اور ان سے ابوسہل بن زیاد، بعابی، ابن زیات، ابن المظفر اور ایک جماعت نے روایت کی ہے جن کا ذکر وسیع ہے۔ اور انہوں نے فرمایا: وہ ثقہ تھے (لسان المیزان ۱/۱۵۱-۱۵۳)۔

۱۰-سنن البیہقی الکبریٰ ۸/۸۵:

ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران عدل نے بغداد میں، انہوں نے کہا ہم کو ابوجعفر محمد

بن عمرو رزاز نے خبر دی ان سے یحییٰ بن جعفر نے بیان کیا، ان کو وہب بن جریر نے خبر دی انہوں نے فرمایا ہم ہشام بیان کیا کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے فرمایا: انہوں نے یحییٰ بن سعید کے پاس اس خط کا نسخہ لکھا جو ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کے پاس تھا جس کو نبی کریم ﷺ نے عمرو بن حزم کے لئے لکھا تھا جس میں یہ مضمون تھا: جب ناک توڑ دی جائے تو اس میں کامل دیت ہے، آنکھ میں نصف دیت ہے، مامومہ (وہ زخم جس میں دماغ پر اثر پڑے) میں تہائی دیت ہے، جائفہ (وہ زخم جو اندرون جسم تک پہنچ جائے) میں تہائی دیت ہے، موضحہ (وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے) میں پانچ اونٹ ہے، دانت میں پانچ اونٹ ہے اور ہر انگلی میں جہاں کی بھی انگلی ہو دس دس ہے۔ اور ہم نے اس کو دوسرے طرق سے مرسلاً اور موصولاً بیان کیا ہے۔

سند کے رجال:

شیخ عالم معدل مسند ابوالحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران بن محمد بن بشر اموی بغدادی کی ولادت ۳۲۸ھ میں ہوئی۔ انہوں نے بہت سی چیز درستگی وصدق اور صحت روایت کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عادل و پروقار تھے۔ خطیب نے فرمایا: تام المروءت، ظاہر الدیانت صدوق وحجت تھے، ان سے بیہقی اور خطیب نے روایت کی ہے۔ شعبان ۴۱۵ھ میں ان کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ۳۱۲/۱۷)۔

یحییٰ بن جعفر بن اعین حافظ کبیر ابوزکریا بخاری بیکندی نے سفیان بن عیینہ، وکیع، یزید بن ہارون، عبدالرزاق اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے سنا ہے، یہ اپنے زمانہ کے اماموں میں سے تھے، ان سے بخاری، عبیداللہ بن واصل، محمد بن ابی حاتم وراق اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے۔ شوال ۲۴۳ھ میں ان کی وفات ہوئی (تہذیب الکمال ۲۵۵/۳۱)۔

وہب بن جریر:

وہب بن جریر بن حازم بن زید ابوعبداللہ ازدی بصری ثقہ راوی ہیں۔ نویں طبقہ سے

ہیں۔ ۲۰۶ھ میں ان کی وفات ہوئی (التقریب)۔

ہشام بن حسان:

ہشام بن حسان ازدی فردوسی (فردوسی قاف کے ساتھ اور دال کے ضمہ کے ساتھ) ابوعبداللہ بصری ثقہ راوی، ابن سیرین کے بارے میں سب سے زیادہ بھروسہ مند ہیں۔ اور ان کی عطاء اور حسن سے روایت میں کلام ہے، کیونکہ کہا گیا ہے کہ وہ ان دونوں حضرات سے ارسال کرتے تھے۔ راویوں کے چھٹے طبقہ سے ہیں۔ ۴۷ھ یا ۴۸ھ میں ان کی وفات ہوئی (التقریب)۔

یحییٰ بن ابی کثیر طائی لوگوں کے مولا ابونصر یمامی ثقہ ہیں حجت ہیں، لیکن وہ تدلیس اور ارسال کرتے تھے۔ پانچویں طبقہ سے ہیں۔ ۳۲ھ میں ان کی وفات ہوئی اور ایک قول ہے کہ اس سے پہلے (التقریب)۔

یحییٰ بن سعید بن قیس انصاری مدنی ابوسعید قاضی ثقہ ہیں حجت ہیں، پانچوی طبقہ سے ہیں ۱۴۴ھ میں ان کی وفات ہوئی یا اس کے بعد (التقریب)۔

۱۱-سنن البیہقی الکبری ۸۲/۸:

ہمیں خبر دی ابوزکریا بن ابواسحاق اور ابوبکر بن حسن قاضی نے ان دونوں نے فرمایا ہم کو خبر دی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ان کو خبر دی ربیع بن سلیمان نے ان کو خبر دی امام شافعی نے ان کو خبر دی مالک بن انس نے انہوں نے روایت کی عبداللہ بن ابی بکر سے انہوں نے اپنے والد سے کہ جس خط کو نبی کریم ﷺ نے عمرو بن حزم کے لئے لکھا تھا اس میں یہ مضمون تھا: اور مامومہ (وہ زخم جس میں دماغ پر اثر پڑے) میں نفس کی تہائی دیت ہے اور جائفہ (وہ زخم جو اندرون جسم تک پہنچ جائے) میں اسی کے مثل نفس کی تہائی دیت ہے۔

سند کے رجال کی تحقیق:

اصم امام مفید ثقہ مشرق کے محدث ابوالعباس محمد بن یعقوب بن یوسف بن معقل بن سنان اموی لوگوں کے مولا ہیں، معقلی نیساپوری ہیں، انہوں نے فرمایا: وہ اپنے زمانہ کے بالاتفاق محدث تھے، میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ میں ۲۴۷ھ میں پیدا ہوا (تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۶۱)۔

۱۲-سنن البیہقی الکبری ۸/۸۱:

ہمیں خبر دی ابوالحسن بن عبدان نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں احمد بن عبد نے خبر دی انہوں نے کہا ہم سے ابن ابی قماش نے بیان کیا ان سے موسی نے بیان کیا ان سے ہشام بن یوسف نے بیان کیا، انہوں نے روایت کی معمر سے انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے کہ نبی ﷺ نے موضحہ کے متعلق پانچ اونٹ کا فیصلہ فرمایا۔ اس کو روایت کیا عبد الرزاق نے معمر سے اور اس میں اضافہ کیا کہ مامومہ میں تہائی دیت ہے، جائفہ میں تہائی دیت ہے، فرمایا کہ جب ناک توڑ دے بانسہ تک تو سو اونٹ ہے، آنکھ میں پچاس اونٹ ہے، اور ذکر کیا ہاتھ، پیر اور انگلیوں کی دیت کو اسی طرح جس کو ہم نے مالک وغیرہ کی حدیث میں روایت کیا ہے۔

سند کے رجال کی تحقیق:

امام حافظ قاری ابوالحسن احمد بن عبید بن اسماعیل بصری صفار ابن زوجہ الکریمی اس مسند پر کتاب السنن کے موقف ہیں جس کی بکثرت ابوبکر بیہقی اپنی تالیفات میں تخریج کرتے ہیں۔ انہوں نے ابو قماش سے سنا ہے۔ ان سے علی بن احمد بن بدان نے روایت کی ہے، انہوں نے فرمایا: ثقہ ہیں دلیل ہیں مسند کی عمدہ تضعیف فرمائی ہے۔ میں نے کہا: ان سے ابن عبدان نے

۳۴۱ھ میں سنا ہے۔اوراس کے بعد کچھ ہی مدت میں انتقال کر گئے (سیر اعلام النبلاء ۳۸/۱۵)۔

ابوالحسن اھوازی علی بن احمد بن عبدان بن محمد بن فرج اھوازی جلیل القدر ابوالحسن حافظ محدث ابن محدث ہیں، اپنے والد سے بہت سنا ہے، اور انہوں نے کئی سال جبال، خراسان، سجستان وغیرہ شہروں میں بیان کیا، اور وہ ان احمد بن عبید صفار کی مسند کی روایت ہے جن سے ہر امام اور بڑے بڑے علماء زندہ اور مردہ نے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا اپنے والد ابوبکر احمد بن عبدان شیرازی حافظ سے، انہوں نے ابوالحسن بن احمد بن عبید بن اسماعیل صفار سے۔خلاصہ یہ ہے کہ وہ کبار محدثین میں سے ہیں۔جنہوں نے بکثرت سماع و روایت کی ہے۔۴۱۵ھ میں نیساپوران کا انتقال ہوا (المنتخب من کتاب السیاق لتاریخ نیساپور ۴۱۰/۱)۔

معمر بن راشد ازدی لوگوں کے مولا ابوعروہ بصری یمن کے باشندہ ہیں، ثقہ و حجت ہیں فاضل ہیں۔مگر یہ کہ ثابت، اعمش اور ہشام بن عروہ سے ان کی روایت میں کچھ کلام ہے، اور ایسے ہی ان احادیث کے بارے میں جس کو انہوں نے بصرہ میں بیان کیا ہے، ساتویں طبقہ کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔۱۵۴ھ میں ۵۸ھ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا (التقریب)۔

ہشام بن یوسف صنعانی ابوعبدالرحمٰن قاضی ہیں ثقہ ہیں۔نویں طبقہ سے ہیں۔۱۹۷/ ہجری میں انتقال ہوا (التقریب)۔

موسی: شاید کہ موسی سے مراد ابراہیم بن موسی فرا ہیں یہ وہی ہیں جو ہشام بن یوسف سے روایت کرتے ہیں (الثقات لابن حبان ۲۳۲/۹)۔

نتیجہ: یہ حدیث موسی کی معرفت پر موقوف ہے۔

۱۳۔سنن البیہقی الکبری ۸۱/۸:

ہم کو خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے انہوں نے کہا ہم کو خبر دی ابوزکریا یحییٰ بن محمد عنبری نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوعبداللہ بن ابراہیم بن عبدی نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے

بیان کیا حکم بن موسی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا یحیٰی بن حمزہ نے انہوں نے سلیمان بن داؤد سے روایت کی انہوں نے زہری انہوں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے انہوں نے اپنے والد سے ان کے والد نے نبی کریم ﷺ سے کہ نبی ﷺ نے اہل یمن کو خط لکھا جس میں فرائض وسنن اور دیتوں کا تذکرہ تھا۔ اور اس کو لے کر عمرو بن حزم کو بھیجا۔ میں نے اہل یمن کے سامنے وہ فرمان سنایا۔ اور یہ اس کا نسخ ہے۔ انہوں نے پھر لمبی حدیث ذکر کیا اور اس میں یہ مضمون تھا: جان میں سو اونٹ دیت ہے، ناک میں جب اس کو بانسہ تک توڑ دے تو اس میں پوری دیت ہے، اور زبان میں دیت ہے، دونوں ہونٹوں میں دیت ہے، خصیتین، ذکر اور صلب میں دیت ہے، دونوں آنکھ میں دیت ہے، ایک پیر میں آدھی دیت ہے، مامومہ میں تہائی دیت ہے، جائفہ میں تہائی دیت ہے، اور منقلہ میں پندرہ اونٹ ہے، دانت میں پانچ اونٹ ہے، اور موضحہ میں پانچ اونٹ ہے۔

محمد بن عبداللہ حاکم نیساپوری صدوق ہیں امام ہیں، لیکن انہوں نے شیعت کو اختیار کر لیا تھا، اور بہت سی واہیات کو درست قرار دیا تھا (المغنی فی الضعفاء ۲/۶۰۰)۔

۱۴۔ سنن البیہقی الکبری ۸/۸۰:

ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن حسن قاضی، ابوزکریا یحیٰی بن ابراہیم مزکی اور ابوسعید بن ابی عمرو نے ان حضرات نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا ابوالعباس محمد بن یعقوب نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابن وہب نے انہوں نے کہا مجھ کو خبر دی یونس نے ابن شہاب کے حوالہ سے، انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کا وہ خط پڑھا جس کو انہوں نے عمرو بن حزم کے لئے تحریر فرمایا تھا جس وقت ان کو نجران کے پاس بھیجا تھا۔ اور خط ابوبکر بن حزم کے پاس تھا تو اس میں آپ ﷺ نے تحریر فرمایا کہ یہ اللہ اور اس رسول کی جانب سے بیان ہے، (**يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود**) سے (**ان الله سريع الحساب**) تک آیات لکھیں اس کے بعد لکھا:

یہ جراح کا نوشتہ ہے جان ونفس میں سو اونٹ ہے، ناک میں جبکہ اس کو کاٹ دے بانسہ تک سو اونٹ ہے، ہر ایک آنکھ میں پچاس اونٹ ہے، پیر میں پچاس اونٹ ہے، ہاتھ میں پچاس اونٹ ہے، ہر انگلی میں جہاں کی بھی ہو دس اونٹ ہے، مامومہ (وہ زخم جس میں دماغ پر اثر پڑے) میں نفس کی تہائی دیت ہے، منقلہ (وہ زخم جس میں ہڈی ٹوٹ جائے اور دوسری جگہ منتقل ہو جائے) میں پندرہ اونٹ ہے، جائفہ (وہ زخم جو اندرون جسم تک پہنچ جائے) میں نفس کی تہائی دیت ہے، موضحہ (وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے) میں پانچ اونٹ ہے، اور دانت میں پانچ اونٹ ہے۔

ابن شہاب نے فرمایا: یہ وہ ہے جس کو میں نے اس خط میں پڑھا جس کو حضور ﷺ نے ابوبکر بن حزم کے پاس لکھا تھا۔

سند کے رجال:

ابوبکر احمد بن حسن قاضی ہیں (تذکرۃ الحفاظ ۳/۸۶۴)۔

بحر: بحر بن نصر بن سابق خولانی لوگوں کے مولا مصری ثقہ راوی ہیں، انہوں نے ابن وہب سے روایت کی ہے۔

ابوزکریا یحییٰ بن ابراہیم مزکی ہیں (تہذیب الکمال ۲۳/۵۸۷ و تاریخ بغداد ۱۱/۳۲۹)۔

ابن وہب: عبداللہ بن وہب ثقہ ہیں (التقریب)۔

ابن وہب نے اپنی جامع میں فرمایا: ہم کو یونس بن یزید ایلی نے زہری سے خبر دی (تغلیق التعلیق ۳/۴۲۷)۔

یونس بن یزید ایلی۔ زہری، قاسم اور عکرمہ سے روایت کرنے والے معتبر راویوں میں سے ایک ہیں، اور ان سے ابن مبارک اور ابن وہب نے روایت کی ہے۔ ان کی وفات ۱۵۹ھ میں ہوئی (الکاشف ۴/۴۰۴)۔

ابن شہاب سے مراد ابن شہاب زہری ہیں۔

ابوسعید بن عمرو ہیں (المدخل الی السنن الکبری ۱/۴۲۳)، بیہقی نے فرمایا: (یہ ان روایتوں کے متعلق ہے جس کی خبر ابوسعید بن ابی عمرو نے دی ہے۔ ہم سے ابوالعباس نے بیان کیا ہے اور ان سے ربیع نے بیان کیا ہے (بیان من اخطا علی الشافعی ۱/۳۱۰)۔

نتیجہ: زہری تک سند صحیح ہے، اور انہوں نے اس کو مرسلاً روایت کیا ہے، اور امام زہری کی مراسیل ضعیف ہیں۔

۱۵-سنن البیہقی الکبری ۴/۸۹:

ہم سے ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن مؤمل نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے فضل بن محمد بن مسیّب نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے حکم بن موسیٰ نے بیان کیا۔

اور ہم سے ابوعبدالرحمٰن سلمی اور ابونصر عمرو بن عبدالعزیز بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا ان دونوں حضرات نے فرمایا: ہمیں ابوعمرو محمد بن جعفر بن محمد بن مطر نے خبر دی انہوں نے کہا ہم سے ابوعبداللہ احمد بن حسن بن عبدالجبار صوفی نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حکم بن موسیٰ نے بیان کیا ان سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا انہوں نے سلیمان بن داؤد سے روایت کی انہوں نے کہا مجھ سے زہری نے بیان کیا، انہوں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت کی انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کے پاس ایک خط لکھا جس میں فرائض، سنن اور دیتوں کے متعلق مضامین تھے، اور اس کو عمرو بن حزم کے ہاتھوں بھیجا۔ میں نے اس کو اہل یمن کے سامنے پڑھا: یہ اس کا نسخہ ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد النبی کی جانب سے شرحبیل ابن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور حارث بن عبد کلال کی طرف اور کہا گیا ہے کہ ذی رعین، معافر اور ہمدان کی طرف۔ اما بعد اور کتاب وخط میں یہ مضمون تھا: جس نے کسی مومن کو

ناحق قتل کر دیا تو قصاص ہے مگر یہ کہ مقتول کے اولیاء قصاص چھوڑنے پر راضی ہوں تو اب قصاص نہ ہوگا، اور نفس و جان میں سواونٹ دیت ہے، ناک میں جب کہ بانسہ تک کاٹ دے اور زبان میں دیت ہے، خصیتین میں دیت ہے، ذکر میں دیت ہے، صلب میں دیت ہے، دونوں آنکھ میں دیت ہے، ایک پیر آدھی دیت ہے، مامومہ (وہ زخم جس میں دماغ پر اثر پڑے) میں تہائی دیت ہے، جائفہ (وہ زخم جو اندرون جسم تک پہنچ جائے) میں تہائی دیت ہے، منقلہ (وہ زخم جس میں ہڈی ٹوٹ جائے اور دوسری جگہ منتقل ہوجائے) پندرہ اونٹ ہے، پیر و ہاتھ کی انگلیوں میں سے ہر ایک انگلی میں دس اونٹ ہے، دانت میں پانچ اونٹ ہے، موضحہ (وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے) میں پانچ اونٹ ہے، اور یہ کہ مرد عورت کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا، اور سونے والے پر ہزار دینار ہے۔

محمد بن مؤمل: وہ شیخ مسند معمر ابوبکر بن حیویہ ابن مومل بن ابی روضہ کرجی نحوی ہمذان کے باشندہ ہیں۔ اپنے وقت کے سند ہیں اگر سچ کہا جائے، کیونکہ انہوں نے ایک بڑی جماعت، طبقہ کبری سے روایت کیا ہے (سیر اعلام النبلاء ۲۳۰/۱۶)۔

شعرانی حافظ، امام جوال ابومحمد فضل بن محمد بن مسیّب بیہقی ہیں، ابن مؤمل نے فرمایا: ہم کہا کرتے تھے کہ کوئی شہر ایسا نہیں ہے جس میں شعرانی طلب حدیث کے لئے داخل نہ ہوئے ہوں سوائے اندلس کے۔

اور حاکم نے فرمایا: شعرانی ادیب، فقیہ عابد، لوگوں کو پہچاننے والے اور ثقہ تھے ان کے سلسلہ میں حجت و دلیل کے ساتھ طعن نہیں کیا گیا ہے۔

اور ابن ابی حاتم نے فرمایا: محدثین حضرات نے ان کے متعلق کلام فرمایا ہے (طبقات الحفاظ ۲۷۹/۱)۔

ابونصر عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن قتادہ مراد ہیں (القراءۃ خلف الامام ۱۱۰/۱)۔

محدث و پیشوا ابوعمرو محمد بن جعفر بن محمد بن مطر نیساپوری مراد ہیں (سیر اعلام النبلاء

(۱۳۰/۱۶)۔

محمد بن جعفر بن محمد بن مطر عدل نیسا پوری مطری عالم وزاہد تھے، انہوں نے بہت زیادہ حدیث سنی ہے، اور لوگوں کو فائدہ پہنچایا ہے، انہوں نے ابراہیم بن ابی طالب محمد بن ایوب رازی ابوخلیفہ جمحی اور جعفر فریانی وغیرہ سے سماعت فرمائی۔ ان سے حاکم ابوعبداللہ وغیرہ نے سنا ہے۔ ۳۶۰ھ جمادی الاخری میں ان کی وفات ہوئی۔

احمد بن حسن بن عبدالجبار صوفی مشہور راوی ہیں دارقطنی نے ان توثیق فرمائی ہے اور ابن منادی نے فرمایا: میں نے ان سے خماص پر لکھا ہے، انتھی۔ خطیب نے فرمایا: احمد بن حسن بن عبدالجبار بن راشد ابوعبداللہ صوفی مراد ہیں، وہ ثقہ تھے (لسان المیز ان ۱/۱۵۱-۱۵۳)۔

نتیجہ: پہلی اور دوسری سند کمزور ہے ابوعبدالرحمٰن سلمی کی وجہ سے۔

۱۶- قال ابن عبدالبر فی الاستذکار ۸/۳۷:

اور عمرو بن حزم کی حدیث کے معانی پر ہر شہر کے علماء کے اجماع میں واضح دلیل ہے صحت حدیث پر اور اس بات پر کہ یہ اسناد سے مستغنی ہے اہل مدینہ کے علماء وغیرہ کے نزدیک اس کے مشہور ہونے کی وجہ سے۔

اور ابن وہب نے مالک اور لیث سے روایت کیا ہے انہوں نے یحییٰ بن سعید سے انہوں نے بن مسیّب سے کہ انگلیوں کی دیت میں دس دس اونٹ ہونے کے سلسلہ میں عمرو بن حزم کے خط کے ذریعہ استدلال کیا گیا ہے۔ اور اس کو معمر نے روایت کیا ہے انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے اور اس میں انہوں نے بالکل وہی بات ذکر کی ہے جو امام مالک نے ذکر کی ہے، اور اس کو زہری کی حدیث سے مسنداً روایت کیا ہے۔

١٧-قال ابن عبدالبر فی الاستذکار ٨/٣٧:

ہم سے بیان کیا عبدالوارث بن سفیان نے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے احمد بن زہیر بن حرب اور محمد بن سلیمان منقری نے بیان کیا وہ دونوں فرماتے ہیں ہم سے حکم بن موسی نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے سلیمان بن داؤد نے بیان کیا، اور منقری نے جزری کا اضافہ فرمایا ہے، انہوں نے فرمایا مجھ سے زہری نے بیان کیا انہوں نے روایت کی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن کی جانب ایک خط لکھا جس فرائض، سنن اور دیتوں کے متعلق مضامین تھے۔ اور اس کو لے کر عمرو بن حزم کو بھیجا۔ وہ اس کو اہل یمن کے پاس لائے، اور یہ اس کا نسخہ ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ کی جانب سے شرحبیل بن عبد کلال، حارث بن عبد کلال اور نعیم بن عبد کلال کی طرف۔ کہا گیا ہے کہ ذی رعین، معافر اور ہمدان کی طرف۔ امابعد: (انہوں نے صدقات کے متعلق آخر تک لمبی حدیث بیان کیا۔

اس میں اس بات کا ذکر تھا کہ جس کسی کو ناحق قتل کر دیا بغیر کسی دلیل کے تو قصاص ہے مگر یہ کہ مقتول کے اولیاء قصاص ترک کرنے پر راضی ہوں، نفس و جان میں دیت سو اونٹ ہے، اور ناک جب بانسہ تک توڑ دے تو دیت ہے، زبان میں دیت ہے، دونوں ہونٹ میں، دونوں خصیہ میں، ذکر میں اور صلب میں دیت ہے، دونوں آنکھ میں دیت ہے، ایک پیر میں نصف دیت ہے، مامومہ میں تہائی دیت ہے، منقلہ میں پندرہ اونٹ ہے، جائفہ میں تہائی دیت ہے، ہاتھ اور پیر کی ہر انگلی میں دس اونٹ ہے، دانت میں پانچ اونٹ ہے اور موضحہ میں پانچ اونٹ ہے اور یہ کہ مرد کو عورت کے بدلہ قتل کیا جائے گا، اور سونے والے پر ہزار دینار ہے)، اور انہوں نے پوری حدیث ذکر کی (الاستذکار ٨/٣٧)۔

نتیجہ: ابن عبدالبر کی اسناد حسن ہے۔

۱۸-قال ابن عبدالبر فی التمہید ۳۳۸/۱۷:

عبداللہ بن ابی بکر کی حدیث مرسل ہے۔

مالک نے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت کی انہوں نے اپنے باپ سے کہ عمرو بن حزم کے لئے دیتوں کے سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے لکھے ہوئے خط میں یہ مضمون تھا کہ نفس و جان میں سو اونٹ ہے، ناک میں جبکہ اس کو بانسہ تک کاٹ دے سو اونٹ ہے، مامومہ میں تہائی دیت ہے، جائفہ میں اسی کے مثل تہائی دیت ہے، اور آنکھ میں پچاس اونٹ ہے، ہاتھ میں پچاس ہے، پیر میں پچاس ہے، ہر انگلی میں جہاں کی بھی ہو دس اونٹ ہے، دانت میں پانچ اونٹ ہے، موضحہ میں پانچ اونٹ ہے، اس اسناد کے ساتھ اس حدیث کے ارسال میں امام مالک سے روایت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور کبھی اس کو دوسرے صالح طریق سے مسنداً روایت کیا گیا ہے، اور وہ اہل سیر کے نزدیک کتاب مشہور ہے، اور جو کچھ اس میں ہے وہ اہل علم کے نزدیک اس طرح مشہور و معروف ہے کہ اسناد سے مستغنی و بے نیاز ہے (التمہید ۳۳۸/۱۷)۔

کیونکہ یہ متوتر کے مشابہ ہے اپنی سند میں، لوگوں کے قبول کرنے کی وجہ سے۔ اور معمر نے اس حدیث کو روایت کی ہے عبداللہ بن ابی بکر ابن محمد بن عمرو بن حزم سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا، اور انہوں نے بالکل وہی بیان کیا جو امام مالک نے بیان کیا ہے دیتوں کے متعلق۔ اور انہوں نے اس کی اسناد میں عن جدہ کا اضافہ فرمایا ہے، اور یہ حدیث زہری سے بھی مروی ہے انہوں نے روایت کی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے مکمل۔ عمرو بن حزم کا خط معروف و مشہور ہے علماء کے نزدیک۔ اور جو کچھ اس میں ہے وہ متفق علیہ ہے سوائے تھوڑے اور کچھ کے۔ وباللہ التوفیق۔ عمرو بن حزم کے خط کی شہرت و صحت پر تمہاری رہنمائی کرنے والی وہ چیز ہے جس کو ابن وہب نے بیان کیا ہے۔

مالک ولیث بن سعد سے روایت کرتے ہوئے انہوں نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی انہوں نے سعید بن مسیّب سے روایت کی انہوں نے فرمایا: آل حزم کے پاس ایک خط پایا گیا آل حزم بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ کی جانب سے ہے۔اس میں یہ مضمون ہے کہ انگلیوں میں دس دس ہے لہذا انگلیوں میں قضاء وفیصلہ دس دس کا ہے۔

۱۹- ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن مروان نے انہوں نے فرمایا ہم سے بیان کیا ابو الطیب احمد بن عمر الجریری نے انہوں نے فرمایا ہم سے بیان کیا حامد بن شعیب بلخی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبدالوارث بن سفیان نے ان سے بیان کیا قاسم بن اصبغ نے ان سے بیان کیا احمد بن زبیر بن حرب اور محمد بن سلیمان منقری نے ان لوگوں نے کہا ہم سے حکم بن موسی نے بیان کیا ان سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان ان سے سلیمان بن داؤد نے بیان کیا۔منقری نے فرمایا جزری۔ پھر سب متفق ہیں۔انہوں نے کہا ہم سے زہری نے بیان کیا انہوں نے روایت کی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے تحریر فرمایا۔انہوں نے کہا عبدالوارث کی حدیث میں الی اہل الیمن (اہل یمن کی جانب) پھر متفق ہوئے اس خط پر جس میں فرائض، سنن اور دیتوں کا ذکر تھا۔اوراس کو لے کر عمرو بن حزم کو بھیجا وہ خط لے کر اہل یمن کے پاس آئے، یہ اس کا نسخہ ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ کی جانب سے شرحبیل بن عبدکلال، حارث بن عبدکلال اور نعیم بن عبدکلال کے نام۔کہا گیا ہے ذی رعین، معافر اور ہمدان کے نام۔امابعد: صدقات کے بارے میں آخر تک حدیث کی ذکر، اوراس میں یہ مضمون تھا، جس نے کسی مومن کا بغیر کسی حجت ودلیل کے قتل کیا تو قصاص ہے۔مگر یہ کہ مقتول کے اولیا ترک قصاص پر راضی ہوں۔جان کی دیت سواونٹ ہے، اور جب ناک بانسہ تک کاٹ دے تو دیت ہے، زبان میں، دونوں ہونٹ میں، خصیتین میں، ذکر میں اور صلب میں، دونوں آنکھ دیت ہے ایک پیر میں نصف دیت ہے، مامومہ میں نصف دیت ہے، (یہ خط ہے، درست وہ جو بقیہ احادیث کی روایات میں ہے یعنی مامومہ میں تہائی دیت ہے) منقلہ میں پندرہ

اونٹ ہے، جائفہ میں تہائی دیت ہے اور ہاتھ پیر کی ہر انگلی میں دس اونٹ ہے۔ دانت میں پانچ اونٹ ہے موضحہ میں پانچ اونٹ ہے اور یہ کہ مرد کو قتل کیا جائے گا عورت کے بدلہ میں اور سونے والے پر ہزار دینار ہے۔

احمد بن زہیر نے کہا (ایسے ہی جو کچھ اس میں ہے ابو مشعر کے حوالہ سے تو ابن ابو خثیفہ کی کتاب میں سے بھی ہے میں نے پورا پڑھا ہے علی بن قاسم عبدالوارث بن سفیان بن جبرون سے انہوں نے ابی محمد قاسم بن اصبغ بن یوسف بیانی سے انہوں نے ابن ابی خثیعہ ابوبکر احمد بن زہیر بن حرب سے اور جو کچھ سری اس کتاب میں ہے ابن ابی خثیمہ سے ہے اس سند میں ان سے (الاستیعاب ۱/۲۲)۔ میں نے یحیی ابن معین سے فرماتے ہوئے سنا کہ حکم بن موسی ثقہ ہیں اور سلیمان بن داؤد جو روایت کرتے ہیں زہری سے صدقات اور دیات کی احادیث مجہول ہیں۔

اسناد کی تحقیق:

علامہ پیشوا ابو مطرف عبدالرحمٰن بن مروان بن عبدالرحمٰن انصاری قنازعی اور قنازع ایک گاؤں ہے نے مؤطا سنا ابو عیسی لیثی سے اور قراءت وفقہ کے صدر نامزد ہو کے قرطبہ میں ان سے ابن عبدالبر اور ایک جماعت نے روایت کیا ہے وہ ایک فنکار امام حافظ متاہل خشعت والے تہجد گزار مفسر فقہ اور لغت کے ماہر تھے مشورہ سے رک گئے وہ زاہد صاحب ورع تھوڑے پر قناعت کرنے والے مستجاب الدعوات تھے شہرت سے دور قراءت میں سردار صاحب تصنیف وتالیف تھے رجب ۴۱۰ھ میں ۲۷ سال کی عمر میں وفات پائی (سیر اعلام النبلاء ۱۷/۳۴۲-۳۴۳)۔

ابن عساکر نے کہا کہ ہمیں خبر دی ہے ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن احمد بن عمر جریری نے قاضی ابوالطیب کے حوالہ سے (تاریخ مدینہ دمشق ۱۱/۳۱۳)۔

نتیجہ: ابن عبدالبر قرطبی کی اسناد حسن ہے۔

اعتماد الفقہاء علی حدیث عمرو بن حزم:

عمرو بن حزم کی حدیث پر فقہاء کا اعتماد:

ابن عبد البر نے کہا اس باب میں مدار فقہاء کے نزدیک عمرو بن حزم کی حدیث میں ہے

(التمہید ۱۷/۳۶۴)۔

سوم: عمرو بن حزم کی حدیث کی توثیق میں علماء کا کلام:

بیہقی نے کہا ہمیں ابو سعد مالینی نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابو احمد بن عدی حافظ نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے سنا احمد بن کو سے جب کہ ان سے پوچھا گیا صدقات کی حدیث کے متعلق جس کو روایت کرتے ہیں یحییٰ بن حمزہ کہ کیا وہ صحیح ہے تو فرمایا مجھے امید ہے کہ صحیح ہوگی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم سے بیان کیا حکم بن موسی نے یحییٰ بن حمزہ سے انہوں نے سلیمان بن داؤد سے انہوں نے زہری سے صدقات کی حدیث پھر فرمایا کہ اس حدیث کی تخریج احمد بن حنبل نے مسند احمد میں عن الحکم بن موسی بن یحییٰ بن حمزہ سے کی ہے ابو احمد فرماتے ہیں کہ سلیمان بن داؤد سے شامی میں سے یحییٰ بن حمزہ اور صدقہ بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں بہر حال صدقات کی حدیث تو اس کی اصل ان روایت میں ہے جس کو معمر نے زہری سے انہوں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت کیا ہے پس اس کے اسناد کو فاسد کر دیا اور سلیمان بن داؤد کی حدیث اچھی اسناد والی ہے۔

بیہقی نے کہا جب کہ وہ سلیمان بن داؤد مولانا کی تعریف کر رہے تھے کہ یہ ابو زرعہ رازی اور ابو حاتم رازی ہیں اور عثمان بن سعید دارمی اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جس کو اس نے روایت کیا ہے صدقہ کے سلسلہ میں وہ متصل السند حسن

ہے واللہ اعلم (سنن البیہقی کبری ۸۹/۴)۔

حاکم نے کہا کہ یہ حدیث بڑی ہے مفسر ہے اس باب میں اس کے لئے شہادت دی ہے، امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز نے اور اپنے زمانہ کے امام العلماء محمد بن مسلم زہری نے صحت کی جیسا کہ میں نے ماقبل میں اس کا تذکرہ کیا اور سلیمان بن دمشقی خولانی معروف ہیں زہری سے اور اگر یحییٰ بن معین نے ان کے بارے میں مبہم گفتگو کی ہے مگر دوسرے لوگوں نے صراحتاً تعدیل کی ہے جیسا کہ مجھے خبر دیا ابو احمد حسین بن علی نے کہ ہم سے بیان کیا عبدالرحمٰن بن ابی حاتم نے فرماتے ہیں کہ میں نے سنا اپنے والد سے جب کہ ان سے سوال کیا گیا عمرو بن حزم کی حدیث کے بارے میں جو حدیث رسول اللہ کے خط کے بارے میں ہے جس کو اللہ کے رسول نے لکھا ان کے لئے صدقات کے سلسلہ میں تو کہا سلیمان بن ابن داؤد خولانی سے جو کچھ میرے پاس ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے ابو محمد بن حاتم نے کہا کہ میں نے ابوزرعہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ حاکم نے کہا: میں نے اپنی پوری محنت صرف کردی ان مفسر احادیث کی تخریج میں جو منتخب کی ہوئی ہیں زکاۃ کے باب میں اور یہ کتاب اس کی شرح سے بے نیاز نہیں کرتی میں نے اس کی صحت پر ان صحیح سندوں سے استدلال کیا ہے جو منقول ہے خلفاء وتابعی سے اس کو قبول کرنے اور استعمال کرنے کے ذریعہ کیوں کہ اس میں بے نیازی ہے اس کے لئے جس نے اس کو نہیں قبول کیا اور ہمارے امام شعبہ کہتے تھے وضو کے باب میں عقبہ بن عامر جہنی کی حدیث کے سلسلہ میں کہ میرے لئے یہ حدیث اگر صحیح ہے آپ ﷺ سے تو یہ حدیث مجھے میری جان مال اہل وعیال سے زیادہ محبوب ہے جب کہ یہ حدیث نفل نماز کے بارے میں ہے تو ان احادیث سے کیسا رشتہ ہوگا جو کہ اسلام کی بنیاد ہیں (المستدرک علی الصحیحین ۵۵۲/۱)۔

زہری نے کہا کہ میرے پاس ابوبکر بن حزم ایک تحریر لے کر آئے چمڑے کے ٹکڑے میں رسول اللہ ﷺ کی (سنن النسائی المجتبی ۵۹/۸)۔

قابل لحاظ بات: میں نے وہ احادیث کو ذکر کیا جو تائید کرتی ہے اس مضمون کو جو عمرو بن

حزم کی کتاب میں ہے اوراس میں ہے اوراس میں انگلی موضحہ اور دانت کی دیت ہے جبکہ ان میں سے بعض بعض کو مضبوط کرتی ہے تا کہ صحت کے درجہ کو پہنچ جائے (سنن ابی داؤد۴/۱۸۹،مسند احمد۲/۲۱۷، مصنف ابن ابی شیبہ۶/۸،المعجم الکبیر للطبرانی ۵/۱۳۸،سنن دارقطنی ۳/۲۱۰)۔

وہ کتاب دست بکرداں تھی محدثین کے درمیان جیسا کہ بیہقی نے کہا کہ ہمیں حسین بشرانی العدطی نے خبر دی بعدارجل وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوجعفر محمد بن عمرو والرزاز نے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا یحیٰی بن جعفر نے وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو خبر دی وہب بن جریر نے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان ہشام نے کہ یحیٰی بن ابی کثیر نے کہا کہ مجھے لکھا یحیٰی بن سعید نے اس کتاب کا مضمون جو ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کے پاس تھا جس کو رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کے لئے لکھا تھا، جب کہ ہم نے اس کو دوسرے طرق سے مرسلا وموصولا دونوں روایت کیا ہے (سنن ابی داؤد۴/۱۸۹،مسند احمد۲/۲۱۷،مصنف ابن ابی شیبہ۶/۸،معجم کبیر للطبرانی ۵/۱۳۸،سنن دارقطنی ۳/۲۱۰)، اور یحیٰی ابن سعید انصاری جلیل القدر امام ہیں ۱۴۳ھ میں انتقال ہوا (السنن الکبری ۸/۸۵)۔

اس خط پر حضرت عمر کا عمل:

حاکم نیساپوری نے کہا ہمیں ابوزکریا بن اسحاق مزکی نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابوعبداللہ محمد بن یعقوب الشیبانی نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عبدالوہاب نے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی جعفر بن عون نے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی یحیٰی بن سعید نے انہوں نے سعید بن مسیب سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے انگلیوں میں فیصلہ کیا (کچھ یوں) انگوٹھے میں تیرہ جو انس سے متصل ہے بارہ درمیان والے میں دس جو اس سے متصل ہے اس میں نو اور خنصر میں چھ اونٹ کا فیصلہ کیا، یہاں تک کہ تحریر آپ کو ملا عمرو بن حزم کے آل کے پاس سے لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا نامۂ مبارک ہے اس میں تھا انگلیوں میں دس دس اونٹ ہے سعید فرماتے ہیں کہ انگلیاں دس دس اونٹ کی ہوگئی (سنن البیہقی الکبری ۸/۹۳)۔

سند کے متعلق گفتگو:

ابن الاخرم امام حافظ کبیر ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن یوسف شیبانی نیشاپوری ابن اخرم ان کے والد ابن الکرمانی سے معروف ہیں ۲۵۰ھ میں ولادت ہوئی، محمد بن عبدالوہاب فرار سے حدیث سنا ہے ان سے ابوعبداللہ حاکم یحیٰی بن ابراہیم مزکی محمد بن اسحاق بن مندہ اور بہت سے لوگوں نے روایت کیا ہے وہ اس ثنیان کے ائمہ میں سے تھے حاکم نے کہا کہ وہ ہمارے شہر کے رئیس المحدثین تھے ابن الشرقی کے بعد یاد کرتے اور سمجھتے صحیحین پر استخراج کیا اور مسند کی تصنیف کی ابن الاخرم حافظ کی وفات جمادی الاخری ۳۴۴ھ میں ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ۸۶۶/۳)۔

جعفر بن عون بن جعفر بن عمرو بن حریث المخزومی سچے راوی ہیں نویں طبقہ سے ہیں ۲۰۶ھ میں انتقال ہوا کہا گیا ہے کہ سات میں ان کی پیدائش ۲۰ھ میں ہوئی ایک قول تیس کا بھی ہے (التقریب)۔

محمد بن عبدالوہاب بن حبیب بن مہران عبدی ابواحمد فراء نیشاپوری ثقہ ہیں عارف ہیں گیارہویں طبقہ سے ہے ۲۷ میں ۹۵ سال کی عمر میں وفات ہوئی (التقریب)۔

نتیجہ: یہ سند صحیح ہے سعید تک پھر وہ سعید ابن مسیّب کی مراسیل میں سے ہے اور وہ قوی ہے وہ حضرت عمر کے خبروں کو مراد لینے والے تھے مسلم نے اپنی کتاب کے شروع میں کہا ہے خبروں کو جاننے والا جہالت کی وجہ سے ساقط کے برابر ہے اگرچہ وہ صحابی ہو اس احتمال کی وجہ سے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جن پر کوئی عیب طاری ہو پس اگر مرسل عادل ہی سے روایت کرتا ہے گویا کہ یہی اس کی عادت ہے جیسے کہ ابن المسیب ابوسلیم بن عبدالرحمٰن دونوں روایت کرتے ہیں ابوہریرہ سے اس کا مرسل مقبول ہوگا، مانع نہ ہونے کی وجہ سے اور وہ اس وقت حکماً مسند ہوگا اسلئے کہ عادل کو ساقط کرنا اس کو ذکر کرنے کی طرح ہے (حاشیۃ العطار علی شرح جلال المحلی ۲۰۴/۲)۔

چہارم: احادیث خاصۃ بعقل المرأۃ:

وہ احادیث جو خاص ہے عورت کی دیت کے ساتھ:

۱-البیہقی: السنن الکبری ۴/۲۳۵:

ہمیں خبر دی عیسی بن یونس رملی نے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا ضمرہ بن ربیعہ فلسطینی نے انہوں نے اسماعیل بن عباس سے انہوں نے ابن جریج سے انہوں نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے دادا سے انہوں نے اپنے دادا سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عورت کی دیت مرد کے دیت کے مثل ہے یہاں تک کہ وہ تہائی کو پہنچائے اس کی دیت سے۔

ابوعبدالرحمٰن نے کہا کہ اسماعیل بن عیاش ضعیف اور کثیر الغلط ہیں۔

سند کی تحقیق:

اسماعیل بن عیاش بن سلیمہ عنسی ابوعتبہ الحمصی ۲۸۱ یا ۲۸۲ میں انتقال کیا جب کہ ان کی ۷۳ سال تھی ابن حجر نے کہا کہ اپنے شہر والوں سے روایت کرنے میں صدوق ہیں ان کے علاوہ سے روایت کرنے میں خلط ملط کرنے والے ہیں (تقریب التہذیب ۱/۱۰۹)۔ رحیم نے کہا کہ وہ شامیین کے سلسلہ میں احتیاط کرتے ہیں اور مدنیین سے روایت کرنے میں خلط کرتے ہیں بخاری نے کہا کہ جب اپنے شہر والے سے روایت کرے تو صحیح ہے (الکاشف للذہبی ۱/۲۴۸)۔ نسائی نے کہا کہ ضعیف ہے احمد نے کہا کہ ہر قسم کے لوگوں سے روایت کرتے ہیں مرۃ نے کہا کہ جو شامیین سے روایت کرے وہ صحیح ہے اور جو اہل حجاز سے روایت کرے وہ صحیح نہیں ہے ابن حبان نے کہا کہ جب بڑی عمر کو پہنچے تو حافظہ بدل گیا تو انجانے میں ان کی احادیث میں بہت سی غلطی ہوگئی پس وہ اس حد سے نکل گئے کہ ان سے استدلال کیا جائے (الدارقطنی الضعفاء المتروکین ۱/۱۱۸)۔ ذہبی نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہے حجازیین سے ان کی حدیث منکر ہے ضعیف ہے برخلاف شامیین کے ابوحاتم

نے کہا کہ نرم ہیں بخاری نے کہا کہ جب شامیین سے روایت کرے تو صحیح ہے۔

ذہبی نے کہا اس کے باوجود استدلال نہیں کیا ہے اس سے ان لوگوں نے جن میں کلام کیا گیا ہے جوزجانی نے کہا بہرحال اسماعیل بن عیاش تو میں نے ابن الیمان سے کہ اس کی حدیث شابور کے کپڑے کے کتنا مشابہ ہے کہ اس پر سودھاری بنائی جاتی ہے حالاں کہ اسکی قیمت دس سے بھی کم ہوتی ہے انہوں نے کہا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ جھوٹوں سے روایت کرنے والا ہے اور وہ شامیین سے ثقات کی حدیث نقل کرنے میں ایسے ہیں جیسے احمدان سے شامی کے علاوہ احادیث نقل کرنے میں اور بہرحال ابو محمد تو اللہ ان پر رحم کرے ان کی مغفرت کرے وہ کوئی پرواہ نہیں کرتے جب وہ لطیفہ پاتے کہ کس سے لے رہے ہیں بہرحال ان کی حدیث ثقات سے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (احوال الرجال ۱/۱۷۴)۔

ابن عدی نے کہا جب اسماعیل ایسے لوگوں سے روایت کرے جو اہل حجاز سے ہیں جیسے کہ یحیٰی بن سعید محمد بن عمرو ہشام بن عروہ ابن جریج عمر بن محمد عبید اللہ وصافی تو وہ غلطی سے خالی نہیں ہے یا تو اس کی حدیث ہوگی یا مرسل ہوگی اس نے متصل کردیا یا موقوف ہوگی اس نے مرفوع کردیا اور اہل شام سے ان کی احادیث جب ان سے ثقہ روایت کرے تو درست ہے خلاصہ یہ کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جو اس کی حدیث لکھتا ہو اور اس سے استدلال کرتا ہو خاص طور پر شامیین کی حدیث میں نے کہا کہ حجازیین اور عراقیین سے جو اسماعیل کی حدیث ہے اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا اور اس کی حدیث شامیین سے درست ہے حسن کے قبیل سے ہے اس سے استدلال کیا جائے گا اگر اس سے قوی راوی کی حدیث اس کے معارض نہ ہو۔

عثمان بن سعید نے ابن معین سے روایت کیا کہ مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے محمد بن عثمان ابن ابی شیبہ نے کہا کہ میں نے یحیٰی کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ ثقہ ہے ان روایتوں میں جو اہل شام سے نقل کرے بہرحال اہل حجاز سے ان کی روایت تو ان کی کتاب ضائع ہوگئی تھی پس ان کو ان احادیث کو یاد کرنے میں اہل حجاز سے غلطی ہوگئی۔

مضر بن محمد نے یحییٰ سے روایت کیا کہ جب وہ اہل شام سے روایت کرے اور واقعہ ذکر کرے تو اس کی حدیث درست ہے اور جب اہل حجاز سے نقل کرے تو جو کچھ اس نے چاہا اس میں ملا دیا اور ابوبکر مردوزی نے کہا میں نے احمد سے سوال کیا اسماعیل بن عیاش کے متعلق تو انہوں نے اہل شام سے ان کی روایت کو حسن قرار دیا اور فرمایا کہ وہ بہتر ہیں، حالت کے اعتبار سے ان کے سلسلہ میں بہ نسبت اس روایت کے جوانہوں نے بیان کیا ہے مدنیین وغیرہ سے ابوداؤد نے کہا میں نے احمد سے ان کے متعلق سوال کیا تو کہا کہ انہوں نے ان کے مشائخ سے روایت نہیں کیا بہرحال جو وہ روایت کریں ان کے علاوہ سے تو ان کے نزدیک مناکیر ہے ثقات سے اور احمد بن حسین ترمذی نے کہا کہ احمد بن حنبل نے فرمایا وہ بقیہ سے زیادہ درست ہے بقیہ مناکیر کے لئے۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل میرے والد نے داؤد بن عمرو سے کہا جب کہ میں سن رہا تھا اے ابوسلیمان اسماعیل بن عیاش یہ احادیث آپ سے یاد کر کے بیان کرتے تھے کہا ہاں میں نے ان کے پاس کبھی کتاب نہیں دیکھا تو فرمایا کہ وہ حافظ حدیث تھے میں نے کہا کتنی ان کو یاد تھی تو فرمایا کہ بہت ان سے کہا ان کو دس ہزار یاد تھی؟ تو کہا دس ہزار اور دس ہزار اور دس ہزار میرے والد نے کہا کہ یہ وکیع کی طرح تھے۔

اور احمد بن سعد بن ابی مریم نے کہا علی بن مدینی کے حوالہ سے انہوں نے کہا دو آدمی اپنے شہر کے محدث تھے اسماعیل بن عیاش اور ابن لہیعہ۔

اور فضل بن زیاد نے روایت کیا ہے فرمایا ہے کہ کوئی شخص اہل شام کی احادیث اسماعیل بن عیاش اور ولید بن مسلم سے زیادہ روایت کرنے والا نہیں۔

یعقوب فسوی نے کہا کہ میں نے اپنے اساتذہ سے سنا فرماتے ہوئے شام کا علم اسماعیل اور ولید کے پاس ہے میں نے ابوالیمان کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے اساتذہ کو رغبت تھی علم اور طلب شدید میں شام مدینہ اور مکہ میں اور وہ حضرات فرماتے تھے ہم طلب علم میں محنت کرتے ہیں اور اپنے جسم کو تھکاتے ہیں اور وطن سے غیر حاضر رہتے ہیں جب ہم آتے ہیں تو ہر چیز

کو اسماعیل کے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں۔

پھر فسوی نے کہا کہ ایک جماعت نے اسماعیل کے سلسلہ میں کلام کیا ہے اور اسماعیل ثقہ اور صاحب عدالت ہیں لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں شامیین کی احادیث کو کوئی دفع کرنے والا اس کو دفع نہیں کر سکتا جن لوگوں نے کلام کیا ہے اس میں اکثر لوگوں نے کہا وہ مکہ اور مدینہ کے ثقہ سے نقل کرنے میں تنہا ہیں (سیر اعلام النبلاء ۳۱۶/۸، ۳۱۸، ۳۲۱)۔

نتیجہ: حدیث ضعیف ہے، اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے کیوں کہ وہ روایت کرتے ہیں شامیین کے علاوہ سے ابن کثیر کا ان کا دفاع کرنا سودمند نہیں ہے کیونکہ اکثر ناقدین عادل ہدیں جنہوں نے اس ضعف کی تاکید کی ہے اسی وجہ سے حدیث عقل المرأة الخ کا مدار اس پر ہے تمام طرق کے ساتھ پس وہ استدلال کئے جانے کے قابل نہیں ہے اور اس سند کی وجہ سے (عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ) بعض لوگوں کو وہم ہوا کہ یہ عمرو بن حزم کی حدیث میں سے ہے حالاں کہ حافظ ابن حجر نے اس بات پر متنبہ کیا ہے کہ وہ اس سے نہیں ہے (تلخیص الحبیر ۲۴/۴)۔

۲-الدار قطنی: السنن ۹۳/۳:

ہم سے احمد بن حسین یقطینی نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو خبر دی رجل نے وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو خبر دی عیسی بن یونس فاخوری نے وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو خبر دی ضمرہ بن اسماعیل بن عیاش نے ابن جریج سے انہوں نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے کہ حضور نے فرمایا عورت کی دیت مرد کی دیت کے مثل ہے یہاں تک کہ ثلث کو پہنچ جائے اس کی دیت سے۔

۳-النسائی: السنن ۴۴/۸ اور ۳۹۶/۹:

ہم کو خبر دی ہے عیسی بن یونس نے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا ضمرہ نے اسماعیل

بن عیاش سے انہوں نے ابن جریج سے انہوں نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے کہ حضورﷺ نے فرمایا: **عقل المرة مثل عقل الرجل حتی یبلغ الثلث من دیتها۔**

ابن ملقن نے کہا کہ اسکی اسناد ضعیف ہے (خلاصة البدر المنیر ۱/۲۷۱)۔

۴-الزرقانی: شرح زرقانی ۴/۲۲۲:

ابن عبد البر نے کہا کہ جمہور اہل مدینہ فقہاء سبعہ اور عمر بن عبد العزیز لیث عطار اور زید بن ثابت ان سے روایت کرتے ہیں اور معمر بن عاص سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں عقل المرة کہ عورت کی دیت مرد کے دیت کے برابر ہے یہاں تک کہ اس کی دیت کے ثلث کو پہنچ جائے۔

اور اس کی اسناد ضعیف ہے، مگر یہ کہ اس کو ابن مسیّب کے قول ''ہی السنة'' کے ذریعہ تقویت حاصل ہوگئی (یہ محض احتمال ہے (ابن ابی شیبہ: المصنف ۵/۴۱۱، اور دلیل کی جانب جب احتمال کا امکان ہو تو اس سے استدلال باطل ہے) (میں نے کہا: اگر وہ سنت نبی ہوتی اس کی مضبوطی کی وجہ سے۔ ان لوگوں کے نزدیک جو مرسل کے ذریعہ استدلال کرتے ہیں۔

(امام مالک نے فرمایا: اور اسکی وضاحت یہ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے مساوی ہوگی موضحہ اور منقلہ میں، اور اس میں جو مامومہ، جائفہ سے کم ہیں اور اس کے نظائر میں، یعنی ان چیزوں میں جس کیا ندر تہائی دیت ہوتی ہے یا اس سے زیادہ ہوتی ہے، لہذا جب زیادہ ہو تو عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوگی)۔

اصل کے مطابق عورت مرد کے نصف پر ہے، سنت کے ذریعہ تہائی تک مرد کے لئے عورت کا مساوی ہونا نکل گیا، لہذا اصل پر اسکے علاوہ باقی رہیں گے۔

۵-ابن الجوزی: التحقیق فی احادیث الخلاف ۲/۳۲۵:

ہم کو خبر دی سعد الخیر بن محمد نے انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی عبد الرحمٰن بن حمد نے انہوں

نے کہا کہ ہم کو خبر دی احمد بن حسین الکساز نے انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی احمد بن محمد السنی نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان النسائی نے انہوں نے کہا ہم کو خبر دی عیسی بن یونس نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ضمرہ نے وہ روایت کرتے ہیں اسماعیل بن عیاش سے انہوں نے ابن جریج سے انہوں نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت کی دیت مرد کی دیت کے مثل ہے یہاں تک کہ مرد کی دیت کے تہائی کو پہنچ جائے، (میں نے کہا: یہ عبارت عمرو بن حزم کی کتاب میں نہیں ہے)۔

ہم کو خبر دی عبدالوہاب نے انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابو طاہر احمد بن حسن نے انہوں نے کہا ہم کو خبر دی ابن شاذان نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا دعلج نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا اشعث بن عبدالملک نے وہ روایت کرتے ہیں حسن اور ابن سیرین سے کہ وہ دونوں فرماتے تھے کہ: قصاص مرد اور عورت کے درمیان عمد میں تہائی دیت تک ہے۔

ہیثم نے شیبانی سے اور ابن ابی لیلی وزکریا نے شعبی سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے: عورتوں کی جراحات وسزا مرد کی دیت کا آدھا ہے، خواہ کم ہو یا زیادہ۔

اس باب میں عمرو بن شعیبؒ سے مروی ہے وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے مرفوعاً: عورت کی دیت مرد کی دیت کے مثل ہے یہاں تک کہ مرد کی دیت کے تہائی کو پہنچ جائے (میں نے کہا اس کا مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے)۔ اس کو روایت کیا ہے النسائی اور دارقطنی نے، اور اس کو بیان کیا ہے امام شافعیؒ نے اور اس کی سند سے بیہقی ہیں وہ روایت کرتے ہیں ربیعہ سے کہ انہوں نے سوال کیا ابن مسیّبؒ سے کہ عورت کی انگلی میں کتنی دیت ہے؟ انہوں نے کہا دس، ربیعہ نے پوچھا دو انگلی میں کتنی دیت ہے؟ انہوں نے جواب دیا بیس، انہوں نے پوچھا تین انگلی میں کتنی ہے؟ انہوں نے کہا تیس، انہوں نے پوچھا چار انگلی میں کتنی ہے؟ انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا: بیس۔ حضرت ربیعہ نے کہا جب زخم بڑا ہو اور مصیبت سخت ہو تو کیا اس کی دیت کم ہو جائے گا؟ حضرت ابن مسیّب نے کہا کیا تو عراقی ہے؟ انہوں نے کہا اے میرے

بھائی کے لڑکے (بھتیجے) یقیناً یہ سنت ہے۔

٦-الزیلعی: نصب الرایہ ٣٦٤/٤:

اس باب میں حدیث مرفوع ہے جس کو نسائی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا ہم سے بیان کیا عیسی بن یونس الرملی نے، وہ روایت کرتے ہیں ضمرہ سے انہوں نے نقل کیا اسماعیل بن عیاش سے وہ روایت کرتے ہیں ابن جریج سے وہ عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت کی دیت مرد کی دیت کے مثل ہے یہاں تک کہ مرد کی دیت کے تہائی کو پہنچ جائے۔

اور اس کو دارقطنی نے اپنی سنن کے باب حدود کے اوائل میں روایت کیا ہے۔

صاحب التنقیح نے فرمایا: ابن جریج حجازی اور اسماعیل بن عیاش حجازیوں سے روایت کرنے میں ضعیف ہیں۔

میں نے کہا: ایک سے سات تک ان احادیث کا مدار اسماعیل بن عیاش پر ہے اور وہ شامیوں کے علاوہ سے روایت کرنے میں ضعیف ہیں، جیسا کہ معلوم ہو چکا۔

٧-ابن قدامہ: المغنی ٣١٥/٨:

اور ہماری دلیل وہ روایت ہے جس کو عمرو بن شعیب نے روایت کیا ہے اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے، انہوں نے کہا کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت کی دیت مرد کی دیت کے مثل ہے یہاں تک کہ مرد کی دیت کے ثلث کو پہنچ جائے۔ اس کو نسائی نے بیان کیا ہے، اور یہ نص اپنے علاوہ پر مقدم ہے۔

میں نے کہا: اگر حدیث صحیح ہو تب یہ بات ہے، اور حدیث صحیح نہیں ہے۔

ابن قیم کا قول: "**ذکرہ مسلم**" (اعلام الموقعین ٣٦٤/٤) (اس حدیث کو امام مسلم نے

ذکر کیا ہے) بڑی غلطی ہے اس کے وقوع کے سبب کو ہم نہیں جانتے ہیں۔

۸-الشوکانی: نیل الاوطار ۷/۲۲۵:

اور نبی کریم ﷺ کا قول: عقل المرأۃ مثل عقل الرجل حتی یبلغ الثلث من دیتھا (عورت کی دیت مرد کی دیت کے مثل ہے یہاں تک کہ مرد کی دیت کے تہائی کو پہنچ جائے) حضرت عمرؓ سے مروی ہے، اور وہ حضرت عمر، زید بن ثابت اور عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے۔ احمد، اسحاق اور امام شافعیؒ ایک قول میں اسی کے قائل ہیں (باحث نے کہا: امام شافعی اس کی طرف گئے حضرت سعید بن میسّب کے قول "انها السنة" (یہ سنت ہے) کی وجہ سے۔ پھر جب یہ بات واضح ہوگئی کہ سنت نبی ﷺ نہیں مراد لیتے ہیں تو اس قول کو انہوں نے ترک کر دیا۔ اور صفت تقدیر یہ ہے کہ وہ حضرت سعید بن میسّبؒ سے مروی حدیث باب میں مذکورہ صفت پر ہو، چنانچہ حضرت سعید بن میسّبؒ نے ایک انگلی کی دیت دس اور دو انگلی کی دیت بیس اور تین انگلی کی دیت تیس مقرر فرمائی، کیونکہ یہ مرد کی دیت کے تہائی سے کم ہے، جب سائل نے چار انگلی کی دیت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بیس اونٹ قرار دیا، کیونکہ جب مرد کی دیت کے تہائی سے متجاوز ہوگئی اور مرد کی دیت چار انگلیوں میں چالیس اونٹ ہے تو عورت کی چار انگلیوں کی دیت بیس اونٹ ہوگی، اور یہ حضرت ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کے قول کے مانند ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب عورت کا زخم عظیم ہو اور اس کی مصیبت سخت ہو تو اس کی دیت ناقص ہوگی۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ سعید بن میسّبؒ نے عورت کی دیت کو مرد کی دیت کا نصف اس وقت قرار دیا ہے جبکہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے تہائی زیادہ ہو چکی ہو، تمام دیت کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔ اور اگر تنصیف تہائی پر زائد مقدار کے اعتبار سے مقرر ہے تہائی سے کم کے اعتبار سے مقرر نہیں ہے تو مثال کے طور پر عورت کی چار انگلی میں پانچ اونٹ ہوگا۔ کیونکہ یہ ثلث (تہائی) سے متجاوز ہوگئی۔ اور تین انگلی میں تنصیف کا فیصلہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ جب عورت کی چار انگلی کاٹ دی گئی ہو تو اس میں

پینتس اونٹی ہوگی،اس میں کوئی اشکال نہیں ہے،عمرو بن شعیب کی حدیث مذکورصرف اس پر دلالت ہے کہ تہائی اور تہائی سے کم میں عورت کی دیت مرد کی دیت کے مثل ہے (میں نے کہا: یہ عبارت عمرو بن حزم کی حدیث سے نہیں ہے) اور اس میں اس پر دلالت نہیں کہ جب تہائی سے متجاوز ہو جائے تو ان جنایات کی تنصیف لازم ہوگی جو متجاوز نہیں ہوئی ہے۔اس کے متعدد وقوع کے فرض پر۔جیسے انگلیاں اور دانت،اور بہر حال اگر ایک جنایت مرد کی دیت کے تہائی سے متجاوز ہوتو ممکن ہے کہ کہا جائے سب میں مرد کی دیت کے نصف کا استحقاق ہے۔اگر سعید بن مسیّبؒ کا دیا ہوا فتوی حضرت عمرو بن شعیب کی حدیث کے مثل سے مستفاد ہے تو یہ غیر مسلم ہے۔تسلیم نہیں ہے۔اور اگر انہوں نے محفوظ رکھا ہو اس تفصیل کو اس حدیث سے جس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے تو اگر انہوں نے اہل مدینہ کی سنت مراد لی ہو جیسا کہ گذرا امام شافعیؒ اس کی طرف گئے ہیں،تو اس سلسلہ میں وہ حجت نہیں ہے،اور اگر مراد لیا ہو اس سنت کو جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہو تو ٹھیک ہے۔حجت ہے۔اور لیکن احتمال کے ساتھ اس سنت کا اطلاق استدلال کے لئے لائق وکافی نہ ہوگا۔خاص طور سے امام شافعیؒ کے قول کے بعد،یقیناً امام شافعیؒ کو معلوم ہو گیا کہ سعید بن مسیّبؒ نے سنت اہل مدینہ مراد لیا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ مرسل سے حجت قائم نہیں ہوتی، پس بہتر ہے کہ جنایات متعددہ میں تہائی اور تہائی سے کم میں مرد کی دیت کے مثل کا فیصلہ کیا جائے اور تہائی سے بڑھ جانے کے بعد صرف تہائی سے زائد کی تنصیف کا حکم لگایا جائے تاکہ انسان بغیر روشن دلیل کے عدل وعقل اور قیاس کے مخالف مشقت وتنگی میں نہ پڑ جائے۔

صاحب البحر نے ابن مسعود اور شریح سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے یہاں تک کہ اس کی دیت پانچ اونٹ کو پہنچ جائے پھر آدھی ہوگی۔

ابن ارشد نے نہایۃ المجتہد (بدایۃ المجتہد) میں فرمایا:

ابن مسعود،عثمان،شریح اور ایک جماعت کی مشہور روایت یہ ہے کہ عورت کے جراحت

کی دیت مرد کے جراحت کی دیت کے مثل ہے۔ مگر (درست وصحیح) موضحہ (وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے) تک ہے۔ کیونکہ موضحہ کی دیت نصف ہے (درست وصحیح: پھر عورت کی دیت موضحہ میں آدمی کی دیت سے آدھی ہوگی (نہایۃ المجتہد ۶/۹۲ الدار العلمیۃ بیروت)۔

اور بحر میں زید بن ثابت اور سلیمان بن یسار سے بھی روایت ہے کہ وہ دونوں حضرات مرد وعورت کی دیت میں برابر کرتے تھے، یہاں تک کہ عورت کی دیت پندرہ اونٹ کو پہنچ جائے (نیل الاوطار للشوکانی ۷/۲۲۵)۔

ابن عبد البر نے فرمایا: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے، مگر علماء عورتوں کے جراحت کے سلسلہ میں مختلف ہیں، امام مالکؒ، لیث اور جمہور اہل مدینہ فرماتے ہیں کہ کہ مرد اور عورت جراحت کی دیت میں برابر ہیں یہاں تک کہ مرد کی دیت کے تہائی کو پہنچ جائے، مرد کی دیت کے تہائی کو پہنچ جانے کے بعد عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوگی۔ زید بن ثابت، سعید بن مسیّب، عروہ، زہری، فقہاء سبعہ، ربیعہ، ابن ابی سلمہ، یحییٰ بن سعید اور ابوزناد کا یہی قول ہے۔

اور اہل علم کی ایک جماعت نے فرمایا: عورت دیت میں مرد کے مساوی ہوگی موضحہ کی دیت تک۔ پھر مرد کی دیت کے نصف کی جانب عود کرے گی۔

ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ نے فرمایا: عورت کی دیت وجراحت قلیل وکثیر میں مرد کی دیت سے آدھی ہے، اور علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود اور تابعین کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔

(میں نے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دانت اور موضحہ (وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے) کی دیت کو مستثنیٰ کرتے ہیں (المصنف لعبدالرزاق ۹/۲۷۹)۔ اور کبھی حضرت علیؓ کے قول کا ادراک نہیں کیا جاتا ہے کیونکہ ان کی وفات حضرت عمرؓ کی شہادت سے تھوڑی دیر پہلے ہوئی)۔ اور عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہوگی، واللہ اعلم۔ اس لئے کہ عورت کے لئے مرد کی آدھی

میراث ہے، اور دو عورتوں کی گواہی ایک آدمی کی گواہی کے برابر ہے اور یہ تفصیلی بات خطاء کی دیت میں ہے۔ اور بہر حال عمد میں تو مردوں اور عورتوں کے درمیان قصاص ہے۔ اللہ تعالی کے فرمان: ''**النفس بالنفس**'' (المائدہ: ۴۵)، ''**الحر بالحر**'' (البقرہ: ۱۷۸) کی وجہ سے اور آزاد مومنین کے خونوں کے برابر ہونے کی وجہ سے (التمہید لابن عبدالبر ۱۷/ ۳۵۸)۔

ابن عبدالبر نے فرمایا: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شریف اور غیر شریف مردوں کی دیت برابر ہے جبکہ وہ آزاد مسلمان ہوں، اور اسی طرح بچی اپنی دیت میں اپنی ماں کی طرح ہے (التمہید لابن عبدالبر ۱۷/ ۳۵۷)۔

بہر حال قول: ہاتھ میں پچاس اور پیر میں پچاس تو یہ متفق علیہ قول ہے جیسا کہ عمرو بن حزم کی کتاب میں موجود ہے۔

ہم سے بیان کیا ہدیہ بن خالد نے انہوں نے کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، انہوں نے فرمایا ہم سے حسین المعلم نے بیان فرمایا انہوں نے روایت کی عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد وہ اپنے دادا سے کہ نبی کریم ﷺ نے کعبہ سے ٹیک لگانے کی حالت میں اپنے خطبہ میں فرمایا: انگلیوں میں دس دس ہے۔

ہم سے بیان کیا زہیر بن حرب ابوخیثمہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یزید بن ہارون نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسین المعلم نے وہ روایت کرتے ہیں عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی کریم ﷺ سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: دانتوں میں پانچ پانچ ہے۔

ابوداؤد نے فرمایا: میں نے اپنی کتاب میں شیبانی سے مروی پایا۔ اور میں نے اس کو ان سے نہیں سنا ہے۔ چنانچہ اس کو ہم سے بیان کیا ہمارے ساتھ ابوبکر نے جو ثقہ ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ہم سے شیبانی نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے محمد بن راشد نے بیان کیا، وہ روایت کرتے ہیں سلیمان بن موسی سے وہ عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے انہوں

نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ گاؤں والوں پر خطا کی دیت چار سو دینار یا اس کے برابر چاندی مقرر فرماتے تھے جس کی قیمت آٹھ اونٹوں کے برابر ہوتی۔ جب اونٹ مہنگا ہوتا تو اس کی قیمت بڑھ جاتی، اور جب سستا ہوتا تو اس کی گھٹ جاتی۔ لہذا اس کی قیمت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چار سو دینار سے آٹھ سو دینار تک کے درمیان پہنچ گئی۔ اور اس کے برابر چاندی آٹھ ہزار درہم کو پہنچ گئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے گائے والوں پر دوسو گائے کا فیصلہ فرمایا۔ اور جس شخص کی دیت بکریوں میں ہوتو وہ دو ہزار بکری ہے۔ انہوں نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دیت مقتول کے ورثہ کے درمیان میراث ہے ان کی قرابت کے اعتبار سے۔ جو بچ جائے وہ عصبہ کے لئے ہے۔ انہوں نے کہا: اور رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہے کہ جب پوری ناک کاٹ دی جائے تو پوری دیت ہے اور اگر مرد کی چھاتی (ثندوہ) (مرد کی چھاتی کو ثندوہ کہا جاتا ہے (لسان العرب ۳/۱۰۶) کاٹ دی جائے تو آدھی دیت، پچاس اونٹ یا اس کے برابر سونا یا چاندی یا سو گائے یا ایک ہزار بکری ہے اور جب ہاتھ کاٹ دیا جائے تو آدھی دیت ہے، پیر میں آدھی دیت ہے۔ اور مامومہ (وہ زخم جس میں دماغ پر اثر پڑے) میں تہائی دیت تینتس (۳۳) اونٹ اور ایک تہائی ہے یا سونے چاندی یا گائے بکری سے اس کی قیمت ہے، جائفہ (وہ زخم جو اندرون جسم تک پہنچ جائے) میں اسی کے مثل تہائی دیت ہے۔ ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے، اور ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہے کہ عورت کی دیت اس کے عصبہ کے درمیان ہوگی۔ عورت کے عصبہ وہ لوگ ہیں جو اس سے کسی چیز کے وارث نہ ہوں ہاں ورثہ سے بچنے کے بعد ان کو ملے۔ اور اگر عورت قتل کی گئی تو اس کی دیت اس کے ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگی۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قاتل کے لئے کوئی چیز نہیں ہے، اور اگر مقتول کے لئے کوئی وارث نہیں ہے تو اس کا وارث وہ شخص ہوگا جو اس سے سب سے زیادہ قریب ہو اور قاتل کسی بھی چیز کا وارث نہیں ہوگا۔

محمد نے فرمایا: ان تمام روایتوں کو مجھ سے سلیمان بن موسی نے بیان کیا۔ انہوں نے

عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کئے ہیں۔

۱۱- ابوداؤد نے فرمایا: محمد بن راشد دمشق کے رہنے والے تھے، قتل کے خوف سے بصرہ بھاگ کر چلے گئے تھے (سنن ابی داؤد ۴/۱۸۹)۔

ہم سے بیان کیا اسحاقبن منصور نے انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی یزید بن ہارون نے انہوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی محمد بن راشد نے انہوں نے روایت کی سلیمان بن موسیٰ سے وہ عمرو بن شعیب وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہے کہ عورت کی دیت اس کے عصبہ کے ذمہ ہوگی۔ اور اگر عورت قتل کی گئی تو اس کی دیت اس کے ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگی، چنانچہ وہ لوگ اس کے قاتل کو قتل کریں گے (ابن ماجہ ۲/۸۸۴)۔

ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان المعلی بن اسد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبدالواحد بن زیاد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا مجالد نے وہ روایت کرتے ہیں شعبی سے وہ حضرت جابرؓ سے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے قتل کرنے والی عورت کے عاقلہ (قبیلہ) پر دیت لازم فرمائی۔ تو مقتولہ کے عاقلہ (قبیلہ) نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اس کی میراث ہمارے لئے ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں، اس کی میراث اس کے شوہر اور اس کے لڑکے کے لئے ہے (ابن ماجہ ۲/۸۸۴)۔

ہم کو خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابوالعباس محمد بن یعقوب نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا یحییٰ بن ابی طالب نے انہوں نے کہا ہم کو خبر دی یزید بن ہارون نے انہوں نے کہا ہم کو بتلایا حبیب بن ابی حبیب نے وہ روایت کرتے ہیں عمرو بن ہرم سے وہ حضرت جابر بن زید سے انہوں نے فرمایا: آ واز مرد کی دیت اس کے ورثہ کے درمیان میراث ہے۔ جس طرح ان کے درمیان عورت کی میراث تقسیم کی جاتی ہے اسی طرح یہ بھی تقسیم کی جائے گی۔ اور عورت کی جانب سے اس کے عصبہ دیت دیں گے جب عورت کسی کو قتل کرے یا کسی

کو زخمی کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا اور عمرو بن حزم سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جابر بن یزید سے اخیافی بھائی کے متعلق سوال کیا گیا کیا وہ دیت سے وارث ہوگا جب اس کا علاتی بھائی نہ ہو؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: ہاں، حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت علیؓ نے اس کو وارث بنایا ہے (السنن الکبری للبیہقی ۵۸/۸)۔

ہم کو ابو سعید بن ابو عمرو نے خبر دی انہوں نے کہا ہم سے ابو العباس الاصم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ربیع بن سلیمان نے خبر دی انہوں نے کہا ہم کو شافعی نے خبر دی انہوں نے محمد بن حسن سے روایت کیا انہوں نے کہا ہم کو امام ابو حنیفہؒ نے خبر دی انہوں نے حماد سے روایت کی وہ ابراہیم سے وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے انہوں نے ارشاد فرمایا: عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے جان ونفس اور اس سے کم میں۔

محمد بن حسن سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: ہم کو محمد بن ابان نے خبر دی انہوں نے روایت کیا حماد سے وہ ابراہیم سے وہ حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت علیؓ سے، ان دونوں حضرات نے فرمایا: عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے جان ونفس اور اس سے کم میں۔

ابراہیم کی حدیث منقطع ہے، مگر یہ شعبی کی روایت کے لئے معین ہے (السنن الکبری للبیہقی ۵۸/۸)۔

حافظ ابو عبد اللہ نے ہم کو خبر دی انہوں نے کہا فقیہ ابو بکر احمد بن اسحاق نے ہم سے بیان کیا، انہوں نے کہا اسماعیل بن اسحاق نے ہم کو خبر دی انہوں نے کہا ہم سے عمرو نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا۔

شریف ابو الفتح العمری نے ہم کو خبر دی انہوں نے کہا عبد الرحمٰن بن ابو شریح نے ہم کو خبر دی انہوں نے کہا ابو القاسم بغوی نے ہم کو خبر دی انہوں نے کہا ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی انہوں نے حکم سے روایت کی وہ شعبی سے وہ زید بن ثابت سے

انہوں نے فرمایا: عورتوں اور مردوں کے جراحات مساوی و برابر ہیں تہائی تک، زیادتی کی صورت میں نصف پر ہیں۔

اور ابن مسعودؓ نے فرمایا: مگر دانت اور موضحہ (موضحہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے پانچ اونٹ کا فیصلہ فرمایا (مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۴۱۲) اس کے ہڈی کھولدینے کی وجہ سے اس کا نام موضحہ ہے۔ حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ دانت اور موضحہ میں عورت کی دیت کے عدم تنصیف کی جانب گئے ہیں (مصنف عبدالرزاق ۹/۳۹۷) اور اسی پر قاضی شریح نے عمل کیا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۴۱۱) (وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے) کیونکہ یہ مساوی ہیں اور جو زائد ہوں وہ نصف پر ہیں۔

اور حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا: ہر چیز میں عورت نصف پر ہے۔ انہوں نے فرمایا: حضرت علیؓ کا قول شعبی کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

عمری کی حدیث کا لفظ ہے اور اس کو ابراہیم نخعی نے بھی روایت کیا ہے زید بن ثابت اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے اور وہ دونوں منقطع ہیں، اور اس کو عبداللہ بن مسعودؓ سے شقیق نے روایت کیا ہے اور وہ متصل وموصول ہے (السنن الکبری للبیہقی ۸/۵۸)۔

مسند کے رجال کی تحقیق:

ابراہیم بن یزید نخعی: اماموں میں سے ایک ہیں، گذر چکا ہے کہ وہ تدلیس کرتے تھے۔ اور نیز بہت زیادہ ارسال کرنے والے تھے۔ ائمہ کی ایک جماعت نے ان کی مراسیل کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے اس کو ان کو ان روایتوں کے ساتھ خاص فرمایا ہے جن کو انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے مرسلاً روایت کیا ہے (جامع التحصیل ۱/۱۴۱)۔

ابن معین نے فرمایا: ابراہیم کی مرسل روایتیں، شعبی کی مرسل روایتوں سے میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہیں۔ اور اعمش نے کہا: میں نے ابراہیم سے کہا کہ مجھ سے مسنداً روایت

بیان کیجئے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے، تو انہوں نے فرمایا جب میں تم سے کوئی روایت بیان کروں عن رجل عن عبد اللہ کے طریقہ پر تو وہ ایسی روایت ہے جس کو میں نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے سنی ہے۔ اور جب میں کہوں قال عبد اللہ تو وہ ایسی روایت ہے جس کو عبد اللہ بن مسعودؓ سے کسی اور نے روایت کی ہے (تہذیب التہذیب ۱/۱۵۵)۔

نتیجہ:

ابراہیم کی مرسل کے ذریعہ عامر شعبی کی مرسل کو مدد مل گئی۔ ان دونوں حضرات نے حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کیا ہے۔ بہرحال ابو وائل شقیق بن سلمہ کی روایت کے اسناد کو میں نے نہیں پایا کہ وہ حماد بن ابی سلیمان کی شقیق سے روایت ہے۔ اس لحاظ سے ابو وائل شقیق بن سلمہ استاذ اور حماد بن ابی سلیمان ان کے شاگرد ہوں گے۔ یا شقیق سے ابراہیم نخعی کی روایت ہے یا ان سے روایت کرنے والا کوئی دوسرا راوی موجود ہے۔ اور اگر شقیق بن سلمہ کی اسناد پر واقفیت ہوجائے تو روایت پر حکم لگانا ممکن ہوجائے گا۔ اور وہ عبد اللہ بن مسعودؓ کے مذکورہ قول کی سند ہے۔

شقیق بن سلمہ ابو وائل الاسدی نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا ہے لیکن ان سے ملاقات نہیں کی ہے، انہوں نے حضرت عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب اور عبد اللہ بن مسعودؓ سے سنا ہے، اور حماد بن ابی سلمہ نے ان سے سنا ہے (تاریخ بغداد ۹/۲۶۸)۔ ۸۲ھ میں ان کی وفات ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ۱/۶۰)۔

۱۶- بیہقی نے کہا: ہم کو ابوبکر بن حسن، ابوزکریا بن ابواسحاق اور ابوسعید بن ابوعمرو نے خبر دی، ان حضرات نے فرمایا: ہم سے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے بحر بن نصر نے بیان کیا (تہذیب التہذیب لابن حجر ۱/۳۶۸)، انہوں نے کہا ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے مالک، اسامہ بن زید لیثی اور سفیان ثوری نے بیان کیا،

انہوں نے حضرت ربیعہ سے روایت کیا کہ حضرت ربیعہ نے سعید بن مسیّب سے سوال کیا: عورت کی انگلی میں کتنی دیت ہے؟ سعید بن مسیّب نے جواب میں فرمایا دس، پھر ربیعہ نے سوال کیا کہ دوانگلی میں کتنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا بیس، پھر ربیعہ نے پوچھا تین انگلی میں کتنی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا تیس، حضرت ربیعہ نے پوچھا چار انگلی میں کتنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا بیس، حضرت ربیعہ نے کہا: جب اس کا زخم عظیم ہوا اور اس کی مصیبت سخت ہو تو کیا اس کی دیت کم ہو جائے گی؟ سعید بن مسیّب نے کہا کیا تو عراقی ہے!! ربیعہ نے کہا: ثابت شدہ پختہ عالم ہوں یا سیکھنے والا جاہل ہوں، سعید بن مسیّب نے فرمایا: اے میرے بھائی کے لڑکے یہ سنت ہے (سنن البیہقی الکبری ۸/۵۸)۔

سعید بن مسیّب کی جانب حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

اور عن عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ عن النبی ﷺ ضعیف سند سے زید بن ثابت کے قول کے مثل ہے۔

حافظ ابوبکر الاردستانی نے ہم کو خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو ابونصر العراقی نے بخاری میں خبر دی انہوں نے کہا ہم سے سفیان بن محمد جوہری نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے علی بن حسن درالجبردی نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن ولید نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا انہوں نے روایت کی جابر سے وہ شعبی سے وہ شریح سے انہوں نے کہا: حضرت عمرؓ نے میری طرف لکھا: مردوں اور عورتوں کی جراحت مساوی و برابر ہے مرد کی دیت کے تہائی تک۔

جابر جعفی قابل حجت نہیں ہیں ان کے لفظ وحکم میں اختلاف ہے (السنن الکبری للبیہقی ۸/۹۶)۔

نتیجہ: یہ حدیث جابر جعفی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۸- ابوبکر احمد بن محمد بن حارث الاصبہانی نے ہم کو خبر دی انہوں نے کہا ہم کو ابو محمد بن

حیان نے خبر دی انہوں نے کہا ہم کو ابراہیم بن حارث نے خبر دی انہوں نے کہا ہم کو شیبانی نے بتلایا انہوں نے کہا ہم سے محمد بن راشد نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے سلیمان بن موسی نے بیان کیا انہوں نے روایت کیا عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہے کہ عورت کی دیت اس کے عصبہ کے درمیان ہوگی۔ عورت کے عصبہ وہ لوگ ہیں جو اس کے کسی چیز کے وارث نہ ہوں گے مگر ورثہ سے بچے ہوئے مال کو حاصل کرنے والے ہوں، اور اگر عورت قتل کی گئی تو اس کی دیت اس کے ورثہ کے درمیان تقسیم ہوگی اور وہ لوگ اس عورت کے قاتل کو قتل کریں گے۔

۱۹- اور ہم کو خبر دی احمد بن محمد بن حارث الاصبہانی نے انہوں نے کہا ہم کو خبر دی ابو محمد بن حیان نے انہوں نے کہا ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے عباس بن یزید نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی انہوں نے کسی ایسے آدمی سے روایت کیا جنہوں نے حضرت عکرمہ سے سنا ہے حضرت عکرمہ نے روایت کیا عبداللہ بن عباسؓ سے انہوں نے روایت کیا نبی کریم ﷺ سے۔

عبدالرزاق نے فرمایا: جس آدمی سے معمر نے روایت کی ہے ان کا نام عمرو بن برق ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: عورت کی دیت اس کے عصبہ ادا کریں گے اور وہ لوگ وارث نہیں ہوں گے مگر اس مال کے جو ورثہ سے بچ جائے (سنن البیہقی الکبری ۸/۱۰۷)۔

نتیجہ: سند ضعیف ہے، اس میں رجل مجہول (مجہول راوی) ہے۔

امام شافعی نے فرمایا:

اور ہم کو محمد بن ابان نے خبر دی انہوں نے روایت کیا حماد سے وہ ابراہیم سے وہ عمر بن خطابؓ اور علی بن ابی طالبؓ سے کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا: عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے نفس و جان اور اس سے کم میں۔

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اس پر اتفاق کیا ہے، لہذا دوسرے کسی قول کو اختیار کرنا مناسب نہیں ہے، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے قول کی درستگی پر اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جب عورت کی انگلی غلطی سے کاٹ دی جائے تو اہل مدینہ کے قول کے مطابق کاٹنے والے پر آدمی کی دیت کا دسواں ہے (الام ۷/۳۱۱)۔

(میں نے کہا: اگر حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے نقل کا ثبوت ہو جائے تو اس سے عدول کرنا مناسب نہیں ہے، اور لیکن روایت منقطع ہے، اور حضرت عمرؓ سے جو چیز ثابت ہے اس کے مخالف و معارض ہے۔ حضرت عمرؓ سے ثابت ہے کہ نفس سے کم میں عورت کی دیت کی تنصیف نہ ہو گی یہاں تک کہ تہائی کو پہنچ جائے۔ اور بہر حال اہل مدینہ کا قول حضرت عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کے قول پر مبنی ہے۔ اس کی بنا پر دور کا لزوم ہو رہا ہے۔

سند کے رجال کی تحقیق:

محمد بن ابان بن عمران نے حماد بن سلمہ (الجرح والتعدیل ۷/۱۹۹) اور حماد بن سلیمان سے روایت کیا ہے، احمد بن محمد بن ابان واسطی نے کہا میں اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ ان کی ولادت ۱۴۷ھ میں ہوئی، اور بحشل نے فرمایا: ۲۳۹ھ میں محمد بن ابان کی وفات ہوئی۔ محمد بن ابان فقیہ تھے (تہذیب التہذیب ۹/۳)۔

حماد بن ابو سلیمان کوفی مشہور فقیہ ہیں، امام شافعیؒ نے بیان کیا کہ شعبہ نے حدیث بیان کی عن حماد عن ابراہیم قال: کے طور پر تو میں نے حماد سے کہا: کیا تو نے اس حدیث کو ابراہیم سے سنا ہے؟ تو حماد نے جواب دیا نہیں، اس حدیث کی خبر مجھ کو مغیرہ بن مقسم نے ابراہیم سے روایت کرتے ہوئے دیا ہے (طبقات المدلسین ۱/۳۰)۔

حماد بن ابو سلیمان مسلم اشعری لوگوں کے مولا ابو اسماعیل کوفی فقیہ ہیں صدوق راوی ہیں، ان کے بہت سارے اوہام ہیں، راویوں کے پانچویں طبقہ سے ہیں، ان کے اوپر مرجئہ

ہونے کاالزام تھا۔۲۰ھ یااس سے پہلے ان کی وفات ہوئی (التقریب)۔

نتیجہ: محمد بن عمران کے لئے کوئی توثیق مجھے نہیں ملی۔اور وہ ابراہیم نخعی کی مرسل ہے جس کو انہوں نے حضرت عمر اور حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے۔اور کہا گیا ہے کہ وہ منقطع ہے کیونکہ ابراہیم نے صحابہ میں سے کسی سے روایت نہیں کی ہے جبکہ انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا ہے۔

یحییٰ نے مجھ سے بیان کیا انہوں نے روایت کی مالک سے وہ یحییٰ بن سعید سے وہ سعید بن مسیّب سے کہ وہ فرماتے تھے: تہائی دیت تک عورت دیت میں مرد کے مساوی ہے عورت کی انگلی مرد کی انگلی کے مانند ہے۔عورت کا دانت مرد کے دانت کی طرح ہے،عورت کا موضحہ (وہ زخم جس میں ہڈی کھل جائے) مرد کے موضحہ کے مثل ہے اور عورت کا منقلہ (المنقلہ: قاف کی تشدید کے ساتھ قاپر فتحہ اور کسرہ دونوں ہے۔منقلہ وہ زخم جس میں ہڈی ٹوٹ جاتی ہے اور دوسری جگہ منتقل ہوجاتی ہے (الموسوعۃ الفقہیہ ۸۱/۱۶) (وہ زخم جس میں ہڈی ٹوٹ جائے اور دوسری جگہ منتقل ہوجائے) مرد کے منقلہ کی طرح ہے (موطاامام مالک ۸۵۳/۲)۔

پنجم: نفس سے کم میں عورت کی دیت کے متعلق زید بن ثابت،علی ابن ابی طالب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے اقوال کی اسانید:

ابن حجر نے فرمایا:

رافعی کا قول ان کی شرح کبیر علی الغزالی میں ہے،انہوں نے اس کو حضرت عمرؓ،عثمانؓ، علیؓ اور عبادلہ ثلاثہ عبداللہ بن مسعودؓ،عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔

بہرحال حضرت عمرؓ کا اثر تو عطاء اور مکحول کے اثر میں گذر چکا اور حضرت علیؓ کے ساتھ آئے گا۔

حضرت عثمانؓ کے اثر کو میں نے نہیں دیکھا۔

اور حضرت علیؓ کے اثر کو بیہقی نے حضرت علیؓ سے ابراہیم نخعی کے طریق سے روایت کیا

ہے، اوراس میں انقطاع ہے، ابن ابی شیبہ نے اس کوحضرت علیؓ سے شعبی کے طریق سے بیان کیا ہے۔ اور نیز اس کوحضرت ابراہیم سے، حضرت عمرؓ سے اور حضرت علیؓ سے دوسرے طریق سے بیان فرمایا ہے۔

بہرحال ابن مسعود کے اثر کو بیہقی نے حکم عن الشعبی عن زید بن ثابت کے طریق سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا: مردوں اور عورتوں کے جراحات میں تہائی تک برابری ہے، زیادتی کی صورت میں نصف ہے۔

اورابن مسعودؓ نے فرمایا: دانت اور موضحہ کے علاوہ کیونکہ یہ دونوں برابر ہیں اور جو زائد ہے اس میں نصف ہے۔

اور حضرت علیؓ نے فرمایا: سب میں نصف ہے، شعبی کے نزدیک حضرت علیؓ کا قول زیادہ پسندیدہ ہے۔

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے میں نے اس کو نہیں دیکھا (تلخیص الحبیر ۴۹/۴-۵۰)۔

ہم سے بیان کیا ابوبکر نے انہوں نے کہا حفص نے ہم سے بیان کیا انہوں نے روایت کی شیبانی اور اسماعیل سے ان دونوں نے روایت کی شعبی سے وہ حضرت علیؓ سے، انہوں نے فرمایا: مردوں اور عورتوں کے جراحات ہر چیز میں مساوی ہیں۔

عامر بن شراحیل شعبی:

عامر بن شراحیل شعبی نے اڑتالیس صحابہ کرام سے سنا ہے، عجلی نے فرمایا: شعبی کی مرسل صحیح ہے وہ صحیح روایت ہی کی ارسال کرتے تھے (الثقات ۱۲/۲)، انہوں نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے، اور وہ صحیح بخاری میں موجود ہے، اور وہ محض امکان لقاء پر اکتفا نہیں فرماتے تھے (جامع التحصیل للعلائی ۲۰۴/۱، صحیح بخاری میں حضرت علی سے شعبی کی روایت مجھے نہیں ملی)۔

اور انہوں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے سنا ہے (تاریخ بغداد ۱۲/ ۲۲۷ والکاشف للذہبی ۱/ ۵۲۲)۔

ہم سے بیان کیا علی نے کہ شعبہ نے روایت کیا ہے حکم سے اور حکم نے شعبی سے اور شعبی نے زید بن ثابت سے انہوں نے فرمایا: مردوں اور عورتوں کے جراحات تہائی تک مساوی ہیں ہاں زیادتی میں نصف ہے۔

ابن مسعودؓ نے فرمایا: دانت اور موضحہ کے علاوہ کیونکہ وہ دونوں مساوی ہیں ہاں زیادتی میں نصف ہے۔

علیؓ نے فرمایا: ہر چیز میں نصف ہے۔

انہوں نے کہا: علی کا قول شعبی کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے (مسند ابن ابی الجعد ۱/ ۵۲)۔

سند کے رجال کی تحقیق:

حکم بن عتیبہ ابو محمد الکندی کوفی ثقہ راوی ہیں، قابل حجت اور فقیہ ہیں، کبھی کبھی انہوں نے تدلیس کی ہے، پانچویں طبقہ سے تھے، ۱۳ھ یا اس کے بعد ان کی وفات ہوئی، ان کی عمر ساٹھ سے کچھ زائد تھی (التقریب)۔

حکم بن عتبہ لوگوں کے پیشوا تھے، حماد کے ساتھ کوفہ کے فقیہ تھے، انہوں نے ابن ابی اولی اور ابو جحیفہ سے روایت کی ہے، اور ان سے مسعر اور شعبہ نے روایت کی ہے وہ عابد، ثقہ اور متبع سنت تھے۔ ۱۱۵ھ میں ان کی وفات ہوئی (الکاشف)۔

شعبہ بن الحجاج:

امام ذہبی فرماتے ہیں شعبہ بن حجاج حافظ ابو البطام عتکی امیر المومنین فی الحدیث تھے، واسط میں ان کی ولادت ہوئی تھی، بصرہ میں سکونت پذیر تھے، انہوں نے حکم سے سنا ہے، اور ان

سے علی بن جعد نے روایت کی ہے، ان کی تقریباً دو ہزار حدیثیں ہیں، ۱۶۱ھ کے شروع میں ان کی وفات ہوئی، ثقہ وحجت ہیں، تھوڑی سی اسماء میں غلطی کرتے تھے (الکاشف ۴۸۵)۔

علی بن جعد:

علی بن جعد بن عبید ابوالحسن الجوہری البغدادی ثقہ اور قابل حجت ہیں، تشیع (عقیدہ شیعہ) کے ساتھ متہم تھے، نویں طبقہ سے تھے۔ ۲۳۰ھ میں ان کی وفات ہوئی (التقریب)۔

نتیجہ: سند کے تمام رجال ثقہ ہیں، لیکن یہ روایت عامر شعبی کی مرسل ہے۔

۳- عبدالرزاق نے روایت کیا ہے ثوری سے انہوں نے حماد سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے علی سے، انہوں نے فرمایا: عورت کے جراحات مرد کے جراحات کے نصف پر ہیں۔ انہوں نے کہا: اور ابن مسعودؓ نے کہا: مرد وعورت دونوں برابر ہیں دانت اور موضحہ میں، اور ان کے علاوہ میں نصف ہے۔

اور زید بن ثابت کہتے تھے: تہائی تک برابری ہے (مصنف عبدالرزاق ۳۷۹/۹)۔

سند کے تمام رجال ثقہ ہیں، لیکن یہ روایت منقطع ہے، کیونکہ ابراہیم نخعی نے حضرت علیؓ سے نہیں سنا ہے۔

۴- ہم سے بیان کیا ابوبکر نے انہوں نے کہا ہم سے وکیع نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے مسعودی نے بیان کیا انہوں نے روایت کیا حکم بن عتیبہ سے انہوں نے کہا: شریح نے ہشام بن ہبیرہ (ہشام بن ہبیرہ لیثی شریح کے زمانے میں قاضی تھے۔ وہ عراقیوں سے روایت کرتے تھے اور ان سے عوف الاعرابی نے روایت کیا ہے (الثقات لابن حبان ۵۶۷/۷)، ہشام بن ہبیرہ ضبی وہ بصرہ میں قاضی تھے وہ مشہور اور قلیل الحدیث تھے (الطبقات الکبری لابن سعد ۱۵۱/۷)۔ ہشام بن ہبیرہ کی وفات عبدالملک بن مروان کی خلافت حجاج بن یوسف کے عراق کا گورنر بننے کے ابتدائی زمانہ میں ہوئی (الطبقات الکبری ۱۵۱/۷) کے پاس لکھا: کہ عورت کی دیت مرد کی دیت

سے آدھی ہے، دانت اور موضحہ کے علاوہ میں (مصنف ابن ابی شیبہ ۴۱۱/۵)۔

سند کے رجال کی تحقیق:

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعود کوفی مسعودی صدوق راوی ہیں، اپنی موت سے قبل اختلاط کرنے لگے تھے، اس کا ضابطہ یہ ہے کہ جس نے ان سے بغداد میں سنا وہ اختلاط کے بعد ہے یہ ساتویں طبقہ سے ہیں۔ ۶۰ ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اور ایک قول ہے کہ ۶۵ ھ میں وفات ہوئی (التقریب لابن حجر) وہ ان روایتوں میں صحیح الروایہ تھے جن کو انہوں نے بیان کیا ہے قاسم اور معن سے، ہم سے بیان کیا عبداللہ نے انہوں نے کہا: میں اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ: جس نے مسعودی سے کوفہ میں سنا وہ وکیع اور ابونعیم کے مثل ہے، اور بہر حال یزید بن ہارون، حجاج اور وہ جن سے ان سے بغداد میں سنا تو وہ اختلاط کے زمانہ میں ہے، ان سے مستثنی ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان سے کوفہ میں سنا ہے (الضعفاء الکبیر للعقیلی ۳۶۶/۲)۔

حکم بن عتیبہ ابو محمد کندی کوفی ثقہ، حجت اور فقیہ ہیں، ہاں وہ کبھی کبھی تدلیس کئے ہیں، پانچویں طبقہ سے ہیں۔ ۱۳ھ میں یا اس کے بعد ان کی وفات ہوئی ان کی عمر ساٹھ سال سے کچھ زیادہ تھی (التقریب)، انہوں نے قاضی شریح، ابووائل اور ابراہیم سے روایت کیا ہے، اور ان سے مسعر، اوزاعی، حمزہ زیات، شعبہ، اور ابوعوانہ اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے، عبدہ بن ابی لبابہ نے کہا: حکم سے بڑا کوئی فقیہ نہیں ہے۔

اور احمد بن حنبل نے فرمایا: حکم، ابراہیم کے سلسلہ میں سب لوگوں سے زیادہ معتبر ہیں، اور ابن عیینہ نے فرمایا: حکم اور حماد کے مثل کوفہ میں کوئی نہیں تھا۔

اور عجلی نے کہا: وہ ثقہ، حجت، فقیہ اور صاحب سنت واتباع ہیں۔

اور مغیرہ نے کہا: حکم جب مدینہ تشریف لائے تو ان کے لئے ساریۃ النبی کو خالی کر دیا جاتا وہ اس کی طرف نماز پڑھتے (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۱۱۷/۱)۔

حکم بن عتیبہ مشہور ہیں، ان کا ذکر مدلسین میں گذر چکا ہے، انہوں نے حضرت زید بن ارقم سے مرسلاً روایت کیا ہے، اوران سے انہوں نے سنا نہیں ہے، یہ بات ہمارے شیخ المزی نے تہذیب میں فرمائی ہے (جامع التحصیل للعلائی ۱/۱۶۷)۔

ابوحاتم رازی نے فرمایا: ابراہیم کے سلسلہ میں لوگوں میں سب سے زیادہ معتبر حکم بن عتیبہ ہیں پھر منصور، اور قطان نے فرمایا: ابراہیم کے اصحاب میں سب سے زیادہ معتبر اور قابل اعتماد حکم اور منصور ہیں (التعدیل والجرح ۲/۵۲۸)۔

نتیجہ: خبر کی اسناد صحیح ہے۔

۵- ہم سے بیان کیا ابوبکر نے انہوں نے کہا ہم سے جریر نے بیان کیا وہ روایت کئے ہیں مغیرہ سے وہ ابراہیم سے وہ شریح سے، انہوں نے کہا: میرے پاس عروہ بارقی عمر کے پاس سے آئے اور یہ بات پیش کی کہ: مردوں اور عورتوں کے جراحات دانت اور موضحہ میں مساوی ہیں اوراس سے زائد میں عورت کی دیت آدمی کی دیت سے آدھی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۴۱۱)۔

سند کے رجال کی تحقیق:

عروہ بن جعد اور ابن ابی الجعد کہا جاتا ہے، ابن مدینی نے دوسرے کو درست قرار دیا ہے، اور ابن قانع نے فرمایا: ان کا نام ابوالجعد بارقی ہے، اور الرشاطی کا گمان ہے کہ وہ عروہ بن عیاض بن ابی الجعد ہیں اور وہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں مشہور آدمی ہیں، اوران کی بہت ساری احادیث ہیں، اور یہی وہ شخص ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے بھیجا تھا کہ ایک دینار میں ایک بکری خریدیں، تو انہوں نے ایک دینار میں دو بکری خریدی، اور یہ حدیث بخاری وغیرہ میں مشہور ہے۔ اور یہ ان لوگوں میں ہیں جو فتوح شام میں موجود تھے۔ اور وہاں قیام کئے تھے، پھر ان کو حضرت عثمانؓ نے کوفہ روانہ کردیا تھا اوران کی حدیث کوفہ والوں کے پاس موجود ہے، اور شبیب بن غردقہ نے فرمایا: میں نے عروہ بن جعد کے گھر میں ساٹھ بندھے گھوڑے دیکھا (الاصابہ

۴۸۸/۴)۔

شریح بن حارث مشہور قاضی ہیں، ابن عبد البر نے کتاب الصحابہ میں ان کا ذکر فرمایا ہے اس لئے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت کو پایا ہے، ورنہ تو صحیح قول کے مطابق وہ تابعی ہیں، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے حدیث روایت کی ہے، وہ مرسل ہے لیکن اصح المراسیل میں سے ہے کیونکہ وہ کبار تابعین میں سے ہیں، اور ایک قول ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات فرمائی ہے (جامع التحصیل ۱۹۵/۲)۔

جریر بن عبد الحمید:

جریر بن عبد الحمید بن قرط (قاف کے ضمہ اور راء کے سکون کے ساتھ اور راء کے بعد طاء مہملہ ہے) ضبی کوفی ری کے مقیم وقاضی ہیں، ثقہ راوی ہیں صحیح الکتاب ہیں، کہا گیا ہے کہ آخری عمر میں حفظ میں غلطی کرتے تھے۔ ۸۸ھ میں ان کی وفات ہوئی، ان کی عمر اکہتر سال تھی (التقریب)۔

مغیرہ بن مقسم:

مغیرہ بن مقسم ضبی کوفی ابراہیم نخعی کے ساتھی ہیں، ثقہ اور مشہور ہیں، نسائی نے ان کو تدلیس کے ساتھ متصف کیا ہے، اور اس کو عجلی نے ابوفضیل سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے، اور ابوداؤد نے فرمایا: وہ تدلیس نہیں کرتے تھے، اور گویا کہ ابوداؤد نے عجلی کی بیان کردہ بات سے یہ مراد لیا ہے کہ وہ ابراہیم سے ارسال کرتے تھے۔ لہذا جب ان کو شک ہوتا تو لوگوں کو اس شخص کے حوالہ سے خبر دیتے جس سے وہ سنے ہوتے (۲)۔

نتیجہ: خبر کی سند صحیح ہے۔

۶- ہم سے ابوبکر نے بیان کیا انہوں نے کہا: ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا، انہوں

نے ہشام سے روایت کی وہ شعبی سے وہ شریح سے کہ ہشام بن ہبیرہ نے ان کی طرف لکھا جبکہ وہ ان سے سوال کر رہے ہیں، تو انہوں نے ان کی طرف لکھا کہ: عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے کم اور زیادہ میں۔

اور ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ عورت کی دیت خطا میں مرد کی دیت سے آدھی ہے دانت اور موضحہ کے علاوہ، ان میں مرد و عورت برابر ہیں۔

اور زید بن ثابتؓ فرماتے تھے: عورت کی دیت خطا میں مرد کی دیت کے مثل ہے یہاں تک کہ تہائی کو پہنچ جائے، زیادتی میں نصف ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ۴۱۱/۵)۔

سند کے رجال کی تحقیق:

علی بن مسہر:

علی بن مسہر (میم کے ضمہ سنین مہملہ کے سکون اور ہاء کے کسرہ کے ساتھ ہے) قرشی کوفی موصل کے قاضی ہیں، ثقہ راوی ہیں، ان کے اندھے ہونے کے بعد ان کی بہت غریب روایتیں ہیں، راویوں کے آٹھویں طبقہ سے ہیں۔ ۸۹ھ میں ان کی وفات ہوئی (التقریب)۔

ہشام بن عروہ:

ہشام بن عروہ بن زبیر اماموں میں سے ایک ہیں، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا ہے لیکن سنا نہیں ہے (جامع التحصیل ۲۹۳/۱)۔

ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام اسدی ثقہ ہیں، فقیہ ہیں، انہوں نے کبھی تدلیس کی ہے، راویوں کے پانچوں طبقہ سے ہیں، ۴۵ھ یا ۴۶ھ میں ان کی وفات ہوئی، ان کی عمر ستاسی سال تھی (التقریب)۔

نتیجہ: خبر کی اسناد صحیح ہے۔

۷- ہم سے ابوبکر نے بیان کیا انہوں نے فرمایا ہم سے وکیع نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے مسعودی نے بیان کیا انہوں نے روایت کی حکم بن عتیبہ سے انہوں نے کہا: شریح نے ہشام بن ہبیرہ کے پاس لکھا کہ: عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے دانت اور موضحہ کے علاوہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۴۱۱/۵)۔

سند کے رجال کی تحقیق:

عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عتبہ بن عبد اللہ بن مسعود کوفی مسعودی صدوق راوی ہیں، موت سے پہلے انہوں نے اختلاط کیا ہے، اور اس کا ضابطہ یہ ہے کہ جس نے ان سے بغداد میں سنا ہے تو وہ اختلاط کے بعد ہے۔ یہ راویوں کے ساتویں طبقہ سے ہیں، ان کی وفات ۶۰ ھ میں ہوئی۔ اور ایک قول ہے کہ ۶۵ ھ میں ہوئی (التقریب)۔

عبد الرحمٰن بن عبد اللہ ان روایتوں میں صحیح الروایہ تھے جس کو انہوں نے قاسم اور معن سے بیان کیا ہے، ہم سے بیان کیا عبد اللہ نے انہوں نے کہا: میں اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا: جس نے مسعودی سے کوفہ میں سنا ہے وہ وکیع اور ابونعیم کے مانند ہے، اور بہرحال یزید بن ہارون اور حجاج اور وہ لوگ جو ان سے بغداد میں سنے ہیں تو وہ اختلاط کے زمانہ میں ہے، اس شخص کے علاوہ جس نے کوفہ میں سنا ہے (الضعفاء الکبیر للعقیلی ۳۶۶/۲)۔

حکم بن عتیبہ کندی کوفی، ثقہ اور معتبر ہیں فقیہ ہیں، ہاں کبھی کبھی انہوں نے تدلیس کی ہے، روایوں کے پانچوں طبقہ سے ہیں، ۱۳اھ یا اسکے بعد ان کی وفات ہوئی۔ ان کی عمر ساٹھ سے کچھ زائد تھی (التقریب)، انہوں نے ابو جحیفہ سوائی، قاضی شریح، ابووائل اور ابراہیم سے روایت کیا ہے، اور ان سے معمر، اوزاعی، حمزہ زیات، شعبہ، ابوعوانہ اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے۔

عبدہ بن ابی لبابہ نے فرمایا: حکم سے بڑا کوئی فقیہ نہیں ہے، اور احمد بن حنبلؒ نے فرمایا:

حکم ابراہیم کے سلسلہ میں لوگوں میں سب سے زیادہ معتبر ہیں۔

اور ابن عیینہ نے فرمایا: کوفہ میں حکم اور حماد کے مثل کوئی نہیں تھا، اور عجلی نے کہا: ثقہ اور معتبر ہیں، فقیہ ہیں، صاحب سنت واتباع ہیں۔

اور مغیرہ نے فرمایا: جب حکم مدینہ تشریف لاتے تو ساریۃ النبی کو خالی کر دیا جاتا وہ اس کی جانب نماز پڑھتے (تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۱/۱۱۷)۔

حکم بن عتیبہ مشہور ہیں، اور ان کا ذکر مدلسین میں گذر چکا ہے، انہوں نے حضرت زید بن ارقمؓ سے ارسال کیا ہے، اور انہوں نے ان سے سنا نہیں ہے، اس کو ہمارے شیخ مزی نے تہذیب میں فرمایا ہے (جامع التحصیل/۱۶۷)۔

ابو حاتم رازی نے فرمایا: ابراہیم کے سلسلہ میں لوگوں میں سب سے زیادہ معتبر حکم بن عتیبہ ہیں، اس کے منصور، اور قطان نے فرمایا: ابراہیم کے اصحاب میں سب سے زیادہ معتبر حکم اور منصور ہیں (التعدیل والتجریح ۲/۵۲۸)۔

نتیجہ: خبر کی اسناد صحیح ہے۔

۸- ہم سے ابوبکر نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے ابن علیہ نے بیان کیا انہوں نے روایت کی ابوقلابہ سے وہ زید بن ثابت سے کہ انہوں نے فرمایا: تہائی تک برابر ہیں۔

سند کے رجال کی تحقیق:

اسماعیل بن ابراہیم:

اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ امام ابوبشر نے ایوب، ابن جدعان اور عطاء بن سائب سے روایت کیا ہے، اور ان سے احمد، اسحاق، ابن معین اور امم نے روایت کیا ہے ۱۹۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ امام ہیں حجت ہیں (الکاشف)۔

خالد بن مہران بصری:

خالد بن مہران بصری ابوالمنازل الحذاء حافظ نے ابوعثمان نہدی اور یزید بن شخیر سے روایت کی ہے، اوران سے شعبہ اورابن علیہ نے روایت کی ہے۔ثقہ ہیں امام ہیں۔۱۴۱ھ میں ان کی وفات ہوئی (الکاشف ۱/۳٦۹)۔

عبداللہ بن زید:

عبد اللہ بن زید ابو قلابہ جرمی ائمہ تابعین میں سے ہیں، ان کی حدیث حضرت عمر، ابوہریرہ، عائشہ، معاویہ اور سمرہ رضی اللہ عنہم سے سنن نسائی میں مروی ہے، اور وہ مرسل روایتیں ہیں، اور ثابت بن ضحاک، مالک بن حویرث، اور انس سے مروی ہے، اور وہ صحاح میں موجود ہے، اوران سے قتادہ، یحیٰی بن ابی کثیر، ایوب اور خلق نے روایت کی ہے، قضا سے بھاگ گئے تو دار یاس میں سکونت اختیار کرلی۔ان کی وفات ۱۰۴ھ میں ہوئی اور ایک قول ہے کہ ۱۰۷ھ میں وفات ہوئی (الکاشف ۱/۵۵۴)۔

نتیجہ: یہ روایت ابوقلابہ کی مراسیل میں سے ہے، کیونکہ ابوقلابہ نے زید بن ثابت سے روایت نہیں کی ہے۔

مصنف۔رافعیؒ (عبدالکریم قزوینی (ابوالقاسم رافعی) رافع بن خدیج صحابی کی جانب منسوب ہیں، جیسا کہ ان کی تحریر میں موجود ہے (نہایۃ المحتاج ۱/۴۲) انہوں نے الشرح الکبیر للوجیز للغزالی تالیف فرمائی ہے) نے فرمایا: ”**دية المرأة نصف دية الرجل**“ (اور عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے) یہ لفظ حضرت علیؓ پر موقوفاً مروی ہے، اور نبی کریم ﷺ کی طرف مرفوعاً مروی ہے، میں نے کہا: بہرحال موقوف تو اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے ابراہیم سے اور انہوں نے علی بن ابی طالب سے، انہوں نے فرمایا: عورت کی دیت نفس وجان میں اور اس سے کم میں مرد کی دیت سے آدھی ہے، انتہی۔او

رکھا گیا ہے کہ منقطع ہے کیونکہ ابراہیم نے صحابہ میں سے کسی سے روایت نہیں کیا ہے۔ باوجودیکہ انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا ہے (تلخیص الحبیر لابن حجر ۵۰/۴)۔

ابراہیم بن یزید:

ابراہیم بن یزید نخعی فقیہ ہیں، مشہور ہیں تابعین میں، اہل کوفہ میں سے ہیں، حاکم نے بیان کیا کہ وہ تدلیس کرتے تھے، اور ابو حاتم نے فرمایا: سوائے عائشہؓ کے کسی بھی صحابی سے انہوں نے ملاقات نہیں کی ہے۔ حضرت عائشہؓ سے ملاقات تو کی ہے لیکن ان سے سنا نہیں ہے، اور وہ بہت زیادہ ارسال کیا کرتے تھے، خاص طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے۔ اور انہوں نے حضرت انسؓ وغیرہ سے مرسلاً روایت کی ہے (طبقات المدلسین ۳۸/۱)۔

ابراہیم بن یزید نخعی اماموں میں سے ایک ہیں، گذر چکا ہے کہ وہ تدلیس کرتے تھے اور نیز وہ بہت ارسال کرنے والے تھے، اور ائمہ میں سے ایک جماعت نے ان کی مراسیل کو صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ گذر چکا، اور امام بیہقی نے اس بات کو ان کی ان روایتوں کے ساتھ خاص فرمایا ہے، جس کو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ارسال کیا ہے۔

علی بن مدینی نے فرمایا: ابراہیم نخعی نے صحابہ میں سے کسی سے ملاقات نہیں کی ہے، ان سے کہا گیا تو کیا عائشہؓ سے؟ انہوں نے فرمایا: ایسا ہے یعنی ان سے ملاقات کی ہے، اس کو سعید بن ابوعروبہ کے علاوہ نے نہیں روایت کی ہے اور انہوں نے ابومعشر سے روایت کی ہے اور انہوں نے ابراہیم سے، اور وہ ضعیف ہے (جامع التحصیل ۱۴۱/۱)۔

ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود نخعی ابوعمران کوفی فقیہ ہیں ثقہ ہیں، مگر یہ کہ وہ بہت ارسال کرتے تھے، راویوں کے پانچویں طبقہ سے ہیں، ۹۶ھ میں ان کی وفات ہوئی اور ان کی عمر پچاس سال کے آس پاس تھی (التقریب)۔

اور حافظ ابوسعید علائی نے فرمایا: وہ بہت زیادہ ارسال کرنے والے تھے، اور ائمہ کی

ایک جماعت نے ان کی مراسیل کو درست قرار دیا ہے، اور بیہقی نے اس کو ان کی ان روایتوں کے ساتھ خاص فرمایا ہے جس کو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ارسال کیا ہے اور ابن معین نے فرمایا: ابراہیم کی مراسیل میرے نزدیک شعبی کی مراسیل سے زیادہ پسندیدہ ہے (تہذیب التہذیب ۱/۱۵۵)۔

۹- ہم سے بیان کیا ابوبکر نے انہوں نے فرمایا ہم سے حفص نے بیان کیا انہوں نے شیبانی اور اسماعیل سے روایت کیا انہوں نے شعبی سے اور انہوں نے علی سے انہوں نے فرمایا: مردوں اور عورتوں کے جراحات ہر چیز میں مساوی ہیں۔

عامر بن شراحیل شعبی:

شعبی نے اڑتالیس اصحاب نبی ﷺ سے سنا ہے، عجلی نے کہا: شعبی کی مرسل صحیح ہے، وہ صحیح کے علاوہ کا ارسال نہیں کرتے تھے (الثقات ۲/۱۲)۔

شعبی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے، اور وہ صحیح بخاری میں موجود ہے، اور وہ محض امکان لقاء پر اکتفا نہیں فرماتے تھے، اور انہوں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے سنا ہے (جامع التحصیل ۱/۲۰۴)۔

نتیجہ: اس کی اسناد صحیح ہے۔

اور یہ اس کا آخر ہے جہاں تک ادلہ شرعیہ کی تحقیق سے بحث کرنے والے پہنچے ہیں، وباللہ التوفیق۔

مولف ایک نظر میں

نام: اکرم ضیاء العمری

ولادت: ۱۹۴۳ء، موصل، عراق

ام اے: بحوث فی تاریخ السنۃ المشرفۃ مع تحقیق ''طبقات خلیفۃ بن خیاط ۱۹۶۶ء

ڈاکٹریٹ: ۱۹۴۷ء ''موارد خطیب البغدادی فی تاریخ بغداد''

شاہ فیصل ایوارڈ: اسلامی تحقیقات پر کارہائے نمایاں کے باعث ملا

تصنیفات و تالیفات:

(۱) السیرۃ النبویۃ الصحیحہ (تطبیق لقواعد المحدثین فی نقد الروایۃ)

(۲) عصر الخلافۃ الراشدہ (تطبیق لقواعد المحدثین فی نقد الروایہ)

(۳) التربیۃ الروحیۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام (اسلام میں اجتماعی و روحانی تربیت)

(۴) قیم المجتمع الاسلامی من منظور تاریخی (تاریخی مناظر میں اسلامی معاشرہ کی اقدار)

(۵) التراث والمعاصرۃ

(۶) دوسری کئی تالیفات و تحقیقات اور مقالات۔